اہل سنت کا نشان
ماہنامہ
بقیع
کراچی
MARCH 2006
143
حضرت رضا بریلوی کی شخصیت
تصورِ عشق کے حوالے سے
تحقیق و تحریر علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری
تحشیہ علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ

نام کتاب : حضرت رضا بریلوی کی شخصیت تصورِ عشق کے حوالے سے

مصنف : علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

حواشی : علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

ضخامت : ۴۸ صفحات

تعداد : ۲۰۰۰

اشاعت نمبر : ۱۴۳

☆☆ ناشر ☆☆

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔74000فون:2439799

پیش لفظ

جو ذات پاک شکمِ مادر میں بچے کی صورت گری کرتی ہے وہی ذات خیالات واحساسات کی صورت گر بھی ہے۔ پیدا فرمانے والے نے چہروں کو تاثر دینے والا بنایا اور قلوب کو تاثیر قبول کرنے والا۔ ہر چہرہ ایک رنج میں تاثیر رکھتا ہے اور یہ دائرہ تاثیر صدیوں اور زمانوں پر بھی محیط ہوسکتا ہے۔ یہ خالق کے اپنے کام ہیں وہی آنکھوں کو بینائی عطا فرمانے والا ہے اور وہی نظاروں کو رعنائی عطا فرماتا ہے۔ وہ خود ہی محب پیدا فرماتا ہے اور خود ہی محبوب پیدا فرماتا ہے۔

عشق ومحبت کی تعریف بڑی مشکل ہے اس پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں، افسانے رقم ہوئے، شعراء نے عشق ومحبت کے قصیدے لکھے، مرثیے کہے، عشق ومحبت کی کیفیات کا ذکر ہوا، وضاحتیں ہوئیں لیکن اس کی جامع تعریف نہ ہوسکی۔ ہاں بات صرف اتنی ہے کہ ایک چہرہ جب انسان کی نظر میں آتا ہے تو اس کا انداز بدل جاتا ہے، اسے کائنات بدلی بدلی سی لگتی ہے بلکہ ظاہر وباطن کا جہاں بدل جاتا ہے۔

عشق ومحبت سے آشنا انسان کی زندگی نثر سے نکل کر شعر میں داخل ہوجاتی ہے وہ اندیشہ ہائے سُود وزیاں سے نکل کر جلوۂ جاناں میں گم ہوجاتا ہے۔ اس کی تنہائی میں میلے اور میلوں میں تنہائیاں ہوتی ہیں، وہ ہنستا ہے تو بے سبب، روتا ہے تو بے جواز، عشق ومحبت کی کائنات جلوۂ محبوب کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ محب کو محبوب میں کجی یا خامی نظر نہیں آتی، اگر نظر آئے بھی تو محسوس نہیں ہوتی محسوس ہو بھی تو ناگوار نہیں گزرتی۔ کسی شاعر کا بہت اچھا شعر ہے:۔

کوئی سمجھے تو ایک بات کہوں — عشق توفیق ہے گناہ نہیں

صاحبو! عشق کے لغوی معنی کسی شئے کے ساتھ دل کا وابستہ ہوجانا ہے عشق ومحبت کے الفاظ اکثر ہم معنی استعمال ہوتے ہیں لیکن اہلِ زبان نے ان میں فرق کیا ہے۔ محبت جب شدت اور محویت میں ڈھل جائے تو اسے عشق کہتے ہیں یعنی عشق جو ہے وہ محبت کی Superlative ڈگری کا نام ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجاز کیا ہے اور حقیقت کیا ہے۔ آیئے! عشق مجازی کی حقیقت اردو ادب کے مشہور شاعر مرزا غالب کے اس شعر کے تناظر میں سمجھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ:۔

کہتے ہیں جس کو عشق — خلل ہے اک دماغ کا

مجنوں کا لیلیٰ کے عشق میں صحرا نوردی کرنا مجاز ہے، شیریں اور فرہاد کے افسانے مجاز ہیں، ہیر رانجھا کے قصے مجاز ہیں لیکن نبی کا عشق حقیقت ہے، نبی کی آل کا عشق حقیقی ہے، نبی کے اصحاب کا عشق حقیقی

ہے، عشقِ رومی وجامی حقیقی ہے، عشقِ بلال واویس حقیقی ہے، احمد رضا کا عشق حقیقی ہے۔ احمد رضا! کون احمد رضا؟ وہی احمد رضا جو عاشقوں کے امام ہیں، وہی احمد رضا جنہوں نے عشق کو ایک نیا انداز اور ایک نئی جہت عطا کی فرماتے ہیں۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اٹھائے کیوں

ایک اور جگہ آبروئے عاشقاں امام احمد رضا یوں فرماتے ہیں:۔

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

ذرا انداز تو ملاحظہ کیجئے، فرماتے ہیں کہ: ہم نے اپنے سینوں میں عشقِ نبی کی وہ آگ روشن کی ہے جو جہنم کی آگ کو بجھا دے گی۔ ایک اور جگہ عاشقوں کے سردار اپنے آقا و مولیٰ سے اپنے والہانہ جذبات کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔

لحد میں عشق رُخِ شہ کا داغ لے کر چلے اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کر چلے

احمد رضا تمہارے قلم پر قربان، تمہاری زبان پر فدا، تمہاری فکر پر تصدق، تمہارے آہنگ پر نثار، تم نے کتنے عظیم اور کتنے حسین محبوب کا انتخاب کیا ہے، تم نے انتخاب کیا بھی تو کس کا؟ محبوبِ رب العالمین کا جو تمام جہانوں سے پیارا ہے۔

بلاشبہ عشق ومحبت کی تاریخ میں راہِ محبت کا ہر راہی یاد رکھا جائے گا لیکن رومی وجامی اور احمد رضا کے نام آسمانِ محبت پر مہر وماہ کی طرح چمکتے رہیں گے...... اس لیے بھی کہ وہ عاشق ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ خادمانِ عشق ومحبت ہیں...... خصوصا "احمد رضا جو محبت کرتا ہی نہیں محبت سکھاتا بھی ہے...... عشق رکھتا ہی نہیں عشق کا مُعلّم بھی ہے، جلتا ہی نہیں راہِ محبت میں جلنے کا روح گیر درس بھی دیتا ہے۔ احمد رضا تم کتنے خوبصورت لگتے ہو جب جانِ کائنات کی دہلیز پر جھولی پھیلائے...... محض ان کے حسن کی خیرات مانگتے ہو۔

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے

آخر میں سلام کہتا ہوں احمد رضا کے نام، احمد رضا کے آفاق گیر کلام کے نام، کام کے نام اور......... نام کے نام اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں احمد رضا کے عشق کے چند چھینٹے مرحمت فرمائے۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اس منفرد مضمون کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی 143 ویں اشاعت کے طور شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے یہ مضمون حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب کی تصنیف "امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ ﷺ" سے حاصل کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین.........

ادارہ

حضرت رضا بریلوی کی شخصیت

تصورِ عشق کے حوالے سے

دنیا عاشقوں سے خالی نہ کبھی تھی اور نہ اب ہے، ہر دَور اور ہر زمانے میں ان آشفتہ حالوں نے اپنے آہِ سرد اور نفسِ گرم سے خزاں رسیدہ چمن کو بہارِ نو سے آشنا کیا، قَالَ اللّٰهُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ کی صدائے دلنواز سے اُجڑی بستیاں آباد ہوتی رہیں۔ بگڑے نصیبے سنورتے رہے۔

کیوں نہ ہو کہ عشقِ رسول ان کی حیات کا عرفان اور محبتِ نبی ان کی شخصیت کی پہچان تھی۔

حضرت رضا بریلوی اُن دیوانگانِ کوچۂ مصطفیٰ کی بھیڑ میں بھی اپنی شخصیت کی امتیازی خصوصیت کے اعتبار سے بہت سوں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ ان کی شخصیت عشق کی بھٹی میں تپ کر، محبت کی چھلنی میں چھن کر، اور احترام وادب کی میزان پر تُل کر ایسی نرالی، البیلی اور معیاری ہو گئی تھی کہ ان کی صبح وشام ان کی حرکت وعمل ان کی زندگی وحرارتِ عشقِ مصطفیٰ کے جلوہ ہائے خوش رنگ سے ایسی مُرصّع تھی کہ ایوانِ رضا سے محبت کے جام اب تک لُٹائے جا رہے ہیں اور پیمانہ ہے کہ خالی ہونے کا نام نہیں لیتا۔ شبستانِ رضا کے جس گوشے پر نظر ڈالئے ہر گوشہ تجلیاتِ عشق کا مُرقّع معلوم ہوتا ہے۔ ان کے فکر وعمل کے آفاق پر محبتِ محبوبِ خدا ایسی چھائی ہوئی تھی کہ وہی تصور ان کی شخصیت کا عرفان بن کے رہ گیا ہے، عشقِ رسول سے ہٹ کر ان کی شخصیت کا خاکہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا...... عشقِ رسول ان کے جسم میں جان کی حیثیت سے رچا بسا، اور گُھلا مِلا تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کی نجی زندگی سے لے کر تخلیقی شہ پاروں تک ہر جگہ عشق ہی عشق اور محبت ہی محبت کے انوار برس رہے ہیں۔

قُرونِ اُولیٰ سے لے کر آج تک عاشقانِ رسول برابر ہوتے رہے ہیں۔ اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ بلکہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنا سب سے بڑا سرمایہ عشقِ رسول ہی کو سمجھا ہے ایسا سرمایہ کہ جان دے کر بھی ہاتھ آجائے تو ارزاں ہے۔

حضرت رضا بریلوی مقامِ عشق میں اس بلندی پر فائز ہیں، جہاں شرارِ عشق سے نشیمن

آباد ہوتے ہیں، جہاں حرکتِ نفس سے ادب کے چراغ جلتے ہیں، جہاں جلوہ ہائے رنگین سے ویرانیاں آبادیوں سے بدلتی ہیں۔ جہاں آتشِ سینہ سے بوئے کباب آ رہی ہے اور آہِ سرد دوائے درد بن جاتی ہے۔ جہاں جمالِ محبوب، کمالِ محبوب، اور خیالِ محبوب کے سوا کچھ نہیں...... جدھر دیکھیئے نور ہی نور، جہاں دیکھئے سرور ہی سرور ہے...... جلووں کی برسات میں پوری فضا بھیگی بھیگی سوز وتپش کی بہتات سے پتھریلی زمین بھی گیلی گیلی معلوم ہوتی ہے وہ عشق اور تقاضائے عشق کے رموز ونکات سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ محبوب کی بارگاہ میں حاضری کا قرینہ وادب کوئی آپ کے قلب عظمت آشنا سے پوچھے، اور محبتِ رسول کی دودھیا چاندنی سے فیض اکتسابی کا طریقہ وقاعدہ کوئی آپ کی شخصیت سے سیکھے۔ رقمطراز ہیں۔

"جب حرم محترم مدینہ میں داخل ہو، احسن یہ ہے، کہ سواری سے اتر پڑے۔ روتا، سرجھکائے، آنکھیں نیچی کئے چلے۔ ہو سکے تو برہنہ پائی بہتر بلکہ۔

جائے سرست اینکہ تو پامی نہی　　　پائے نہ بینی کہ تو کجامی نہی [1]

جب درِ مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ وسلام عرض کر کے قدرے توقف کرے، گویا سرکار سے اِذنِ حضوری کا طالب ہے، اس وقت جو ادب وتعظیم واجب ہے، مسلمانوں کا قلب خود واقف ہے، زنہار زنہاز، اس مسجد اقدس میں کوئی حرف چِلّا کر نہ کہے، یقین جان کہ وہ مزار اعطر وانور میں بحیاتِ ظاہری، دنیاوی، حقیقی ویسے زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے، ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں، حضور ہمارے ایک ایک قول وفعل، بلکہ دل کے خطروں پر مطلع ہیں۔ اب وہ وقت آیا کہ دل کا رُخ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب عظیم الشان ﷺ کی آرامگاہ رفیع المکان ہے، گردن جھکائے آنکھیں نیچی کئے، لرزتا، کانپتا بید کی طرح تھرتھراتا، ندامتِ گناہ سے عرقِ شرم میں ڈوبا قدم بڑھا، خضوع ووقار، خشوع وانکسار کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرو،

---

[1] یعنی سر رکھنے کی جگہ ہے جہاں تو پاؤں رکھتا ہے تو نہیں دیکھتا کہ قدم کہاں رکھتا ہے۔

سوا سجدہ وعبادت کے جو بات ادب واِجلال میں اکمل ہو بجالا، زنہار جالی شریف کے بوسہ ومس سے دور رہ کر خلاف ادب ہے، اب نہایت ہیبت ووقار کے ساتھ مجرا وتسلیم بجالا۔ بہ آواز حزیں، وصورت درد آگیں، ودل شرمناک وجگر صد چاک، معتدل آواز سے نہایت نرم وپست، نہ بہت بلند وسخت، عرض کر۔

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَ عَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ اَجْمَعِیْنَ (۱)

دل میں اگر آقا کی محبت وعظمت جلوہ آرا ہو تو پھر دل خود ہی تعظیم کے لئے بے قرار ہوگا، بلکہ تعظیمِ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی میں داروئے شفا اور دوائے قرار ملے گا۔ ادائے محبوب کی بہاروں سے لطف اندوز ہونا ہی سرمایۂ حیات معلوم ہوگا۔ تمام عُرفاء واولیاء اسی اعتقادِ عظمت وتعظیم کے ساتھ اپنی پوری زندگیوں میں کاربند رہے، امام مالک علیہ الرحمہ نے تعظیمِ رسول کے پیش نظر مدینہ طیبہ میں کبھی سواری نہ کی، اس کے لئے انہیں کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی بس یہی دلیل کافی تھی کہ خدا اور رسول نے اس تعظیم سے منع نہیں فرمایا ہے۔

حضرت رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"بوجہ اطلاقِ آیات، حضور اقدس ﷺ کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے، حَسَن ومحمود رہے گی۔ اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا، ہاں اگر کسی خاص طریقے کی بُرائی بالتخصیص شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بے شک ممنوع ہوگا، جیسے حضور اقدس ﷺ کو سجدہ کرنا، یا جانور ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا، اسی لئے علامہ ابن حجر مکی "جوہر منظّم" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

نبی ﷺ کی تعظیم تمام اقسامِ تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُلوہیت

میں شریک کرنا نہ ہو، ہر طرح امر مستحسن ہے، ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بخشا ہے۔(۲)

محبوب کے ذکر و تذکرے سے اپنے وجود کو نور و سرور بخشنا، ان کی یاد سے روح و دل کو آباد و شاد کرنا، ان کے تصور و خیال سے طمانیت و سکینت کا سامان کرنا انہی کو دیکھنا، انہیں کی سننا، اور انہیں کے فکر و دھیان میں گم رہنا، اور حیات کے ان لمحوں کو سرمایۂ حیات سمجھنا، یہی تو ایک سچے عاشق کی پہچان اور اس کے عشق کا عرفان ہے۔ پھر یاد ان کی جنہیں زمانہ یاد کر رہا ہے۔ ذکر ان کا جن کے ذکر کو خدا نے اپنا ذکر بنا لیا ہے، بات ان کی جن کی بات اصلِ حیات اور حاصلِ کائنات ہے۔ پھر کیوں نہ عُشّاق ان کے ذکر و فکر میں مست و سرشار رہیں۔

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:۔

"نبی ﷺ بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد عین خدا کی یاد ہے، کہ ان کی یاد ہے تو اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ یہ اللہ کے ولی ہیں۔ لہٰذا نبی ﷺ کی یاد مجالس و محافل میں یوں ہی ہوتی ہیں کہ حق تبارک و تعالیٰ نے انہیں یہ مراتب بخشے۔ یہ کمال عطا فرمائے۔ اب چاہے اسے نعت سمجھ لو، یعنی ہمارے آقا ﷺ ایسے ہیں جنہیں حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے درجے دیئے، اس وقت یہ کلام کریمہ ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ﴾[1] کی قبیل سے ہوگا۔ چاہے حمد سمجھ لو، یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے اس وقت یہ کلام کریمہ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ﴾[2] و آیت کریمہ ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی﴾[3] کے طور پر ہو جائے گا، حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾[4]، اور بلند کیا ہے ہم نے

[1] البقرہ: ۲۵۳/۲ — [2] بنی اسرائیل: ۱/۱۷

[3] التوبۃ: ۳۳/۹ — [4] الانشراح: ۴/۹۴

تمہارے لئے تمہارا ذکر، امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "شفا شریف" میں اس آیت کریمہ کی تفسیر سید ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں، (جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِنْ ذِكْرِیْ فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِیْ)(۱) یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا، بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفیٰ ﷺ کی یاد بعینہٖ خدا کی یاد ہے، پس بحکمِ اطلاق جس طریقے سے ان کی یاد کی جائے گی حَسَن و محمود ہی رہے گی۔(۳)

آقائے کائنات فخرِ موجودات علیہ التحیۃ والتسلیمات کے اختیار و عطا پر انہیں ایسا یقین حاصل تھا کہ کسی اور کی طرف ان کی غیرت نے کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، انہوں نے اپنے آقا کے کرم پر اعتماد کیا اور آقائے کونین نے اپنے در کے اس مخلص منگتا کی نگہداشت فرمائی، ہمیشہ اس کی ہر ضرورت پوری فرمائی، اور عنایتوں سے ایسا مالا مال کیا کہ عالمِ خوشی و بیخودی میں وہ ہمیشہ اس عنایت بے نہایت پر وجد کناں رہے...... دیکھئے دررسول اقدس پر ان کے ایقان و اذعان کی یہ کیفیت، فرماتے ہیں۔

"بالجملہ وہ تمہارے لئے دافع البلا نہ سہی مگر لا واللہ ہمارا ٹھکانہ تو ان کی بارگاہ بیکس پناہ کے سوا نہیں۔

منکر اپنا اور حامی ڈھونڈ لیں — آپ ہی ہم پر تو رحمت کیجئے

بلکہ لا واللہ اگر بغرض غلط، بالفرض باطل عالم میں ان سے جدا کوئی دوسرا حامی بن کر آئے بھی تو ہمیں اس کا احسان لینا منظور نہیں۔ وہ اپنی حمایت اٹھا رکھے ہمیں ہمارے مولائے کریم جل جلالہ نے بے ہمارے استحقاق بے ہماری لیاقت کے اپنے محبوب کا کر لیا، اور اسی کی وجہ کریم کو حمد قدیم ہے، اب ہم دوسرے کا بننا نہیں چاہتے۔ جس کا کھائیے۔ اس کا گائیے۔

چوں دل بادلبرے آرام گیرد
ز وصل دیگرے کے کام گیرد ؎۱

یا تو یونہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منت غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

رباعی

اے واہ وہ حبیب را کلید ہمہ کار
باران درود بررخ پاکش بار
دستے کہ بدامان کریمش زدہ ایم
زنہار بدست دیگر انش مسپار ؎۲

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

حضور کے اختیار واقتدار کا، ان کے تصرف وتحکم پر کس طرح دل وجان سے وہ یقین و ایمان رکھتے تھے، حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ کے قضائے عصر اور پھر رجعتِ شمس کا واقعہ تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"الحمد للہ اسے خلافتِ رب العزت کہتے ہیں، کہ ملکوت السموت والارض میں ان کا حکم جاری ہے، تمام مخلوق الٰہی کو ان کے لئے حکمِ اطاعت وفرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے"۔(۵)

؎۱ یعنی، جب دل دلبر کے ساتھ آرام لیتا ہے تو دوسرے کی ملاقات سے کیسے مراد حاصل کرسکتا ہے۔

؎۲ یعنی، اے واہ واہ محبوب کو تمام کاموں کی کنجی حاصل ہے ان کے پاک مزار پر رحمت برسا دے بار بار، وہ ہاتھ جن سے ہم نے ان کے دامان کرم کو تھاما ہے وہ ہرگز دوسروں کے ہاتھ میں نہ دے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا لطف وکرم، غمخواریٔ امت، آپ کی نوازش وبخشش ورحمت کا تذکرہ جب آتا تھا تو آپ کے سینے میں آتشِ شوق بھڑک اٹھتی تھی۔ ایک حدیث کہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا...... کَفَاکَ اللّٰہُ اَمْرَ دُنْیَاکَ وَ اَمَّا اَمْرَ اٰخِرَتِکَ فَاَنَا لَھَا ضَامِنٌ، اللہ تعالیٰ تیرے دنیا کے کام درست کردے، اور تیری آخرت کے معاملے کا تو میں ذمہ دار ہوں...... اس حدیث کے تفصیلی ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

پھر اٹھا ولولۂ یاد بیابان عرب　　پھر کھنچا دامن دل سوئے مغیلان حرم

اللہ اللہ اس حدیث صحیح کے پچھلے جملے نے...... محبوب اجمل ﷺ کی آتشِ شوق سینے میں بھڑکا دی، کتا اپنے پیارے آقا، مہربان مولی کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جائے ہر پھر کر وہیں کا وہیں رہا جائیں۔ بلکہ واللہ یہ کتا اپنے پیارے کریم مالک کے درِ اطہر سے ہٹا ہی نہیں انبیاء کے دروازے پر جائے تو انہیں کا گھر ہے، اولیا کے یہاں آئے تو انہیں کا در ہے، ملائکہ کی منزلوں پر گزرے تو انہیں کا نگر ہے۔

کوئی اور ان کے سوا کہاں وہ اگر نہیں تو جہاں نہیں

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند ؎۱

آسماں خوان زمین خوان زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

یعنی، آسمان دسترخوان، زمین دسترخوان، سارا زمانہ مہمان میزبان ہونے کا شرف صرف آپ کو حاصل ہے۔

اپنے اس نظریہ کو انہوں نے مختلف مقامات پر مختلف انداز سے پیش کیا ہے۔ ہر جگہ حضور ﷺ کی فضیلات کی نئی روشنی دکھائی، اور عظمت کے نئے نئے شمس وقمر کھلائے ہیں۔ اس طرح

؎۱ یعنی، ایک چراغ ہے اسی گھر میں تو اس کی روشنی سے جدھر بھی دیکھتا ہوں تو ایک انجمن لگائی ہوئی ہے۔

مقامِ مصطفیٰ ﷺ پر انہوں نے اپنی تصانیف میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ بزمِ کون و مکان میں ان کے محبوب کے مرتبے کا اور کوئی نہیں۔ بلکہ وہی اصلِ عالم اور جانِ جہاں ہیں...... اہلِ نظر کے یہاں حقیقتِ محمدیہ، وجوب و امکان کے درمیان برزخ کبریٰ ہے...... وہ فرماتے ہیں۔

"جس طرح مرتبۂ وجود میں صرف ذاتِ حق ہے۔ باقی سب اسی کے پرتوِ وجود سے موجود۔ یونہی مرتبۂ ایجاد میں صرف ایک ذاتِ مصطفیٰ ہے باقی سب پر اسی کے عکس کا فیض موجود...... مرتبۂ کون میں نورِ احمدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے۔ اور مرتبۂ تکوین میں نورِ احمدی آفتاب اور سارا جہان اس کے آئینے، و فی ہذا القول۔

خَالِقُ کُلِّ الْوَرٰی رَبُّکَ لَا غَیْرُہٗ
نُوْرُکَ کُلُّ الْوَرٰی غَیْرُکَ لَمْ، لَیْسَ، لَنْ
اَیْ لَمْ یُوْجَدْ...... وَلَیْسَ مَوْجُوْدًا...... وَلَنْ یُوْجَدَ اَبَدًا [1]

نورِ محمدی ﷺ کا جس طرح عالم اپنی ابتداءِ وجود میں محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا۔ کچھ نہ بنتا، یونہی ہر شئی اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے۔ آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعتاً فنائے محض ہوجائے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

وہ مصطفیٰ ﷺ کو تمام "ماکان وما یکون" کا عالم مانتے ہیں اور اصحابِ معرفت سے اس پر بہت دلائل اپنی تصانیف "خالص الاعتقاد"، "الفیوضات المکیہ" وغیرہ میں پیش کرتے ہیں۔

[1] یعنی، کل مخلوق کا خالق تیرا رب ہے، اس کے سوا اور کوئی نہیں، نور تیرا کل جہان ہے تیرے سوا نہ کوئی پایا گیا، نہ موجود ہے، نہ پایا جائے گا۔

بہت سے دلائل و اقوالِ ائمہ سے فراغت کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔

"یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کا قائل ہوگیا اور یہ عقیدہ کفر کا ہے...... مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان، کن کن پاک، مبارک دامنوں سے وابستہ ہے، احمد رضا کا سلسلۂ اعتقاد علماء، اولیاء، ائمہ، صحابہ، سے محمد رسول اللہ ﷺ اور محمد رسول اللہ ﷺ سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے۔ والحمدُ للہ ربّ العالمین (۸)

بارگاہِ رسول سے ان کو جو وارفتگی کی حد تک وابستگی تھی۔ شاید ہی ایسی ان کی کوئی کتاب ملے جو اس ذوق و عرفان سے خالی ہو۔ آپ کے زمانے میں وہ لوگ پیدا ہوچکے تھے جو پیارے مصطفیٰ ﷺ کے علوم و کمالات میں بے جا کلام کرتے اور بے ادبی و گستاخی سے پیش آتے، بارگاہِ رسالت کی توجہ و عطا سے آپ پوری قوت کے ساتھ ان تمام باطل عقائد و نظریات کا رد فرماتے۔ آقائے کونین کا ان پر کرم کیسا مسلسل تھا، اور کس طرح آپ کو توانائی ملتی تھی۔ حوصلہ افزائی ہوتی تھی...... فرماتے ہیں۔

" میرے ایک وعظ میں ایک نفیس نکتہ مجھ پر القا ہوا تھا۔ اسے یاد رکھو کہ جملہ فضائل حضور ﷺ کے لئے معیارِ کامل ہے۔ وہ یہ کہ کسی مُنعِم کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار ہی طور پر ہوتا ہے۔

(۱) یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں۔
(۲) یا دے سکتا ہے مگر بخل مانع ہے۔
(۳) یا جسے نہ دی، وہ اس کا اہل نہ تھا۔
(۴) یا وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد کوئی اور محبوب ہے اس کے لئے بچا رکھی۔

اُلوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیرِ قدرتِ ربّانی نہیں، باقی تمام کمالات تحتِ قدرتِ الٰہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ اَکرم الاکرمین۔ ہر جواد سے بڑھ کر جواد۔ اور حضور اقدس ﷺ ہر فضل و کمال کے اہل...... اور حضور سے زائد اللہ عزوجل کو کوئی محبوب نہیں، لازم ہے کہ اُلوہیت کے نیچے جتنے

فضائل، جس قدر کمالات، جتنی نعمتیں، جس قدر برکات ہیں۔ مولیٰ ﷻ نے سب اعلیٰ وجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں۔(۹)

اپنے محبوب مالکِ کونین ﷺ کی عزت وعظمت کے گُن گانا ہی ان کی زندگی و بندگی کا حاصل وخلاصہ معلوم ہوتا ہے۔ چاہے اس کے بدلے میں دشمنانِ رسول انہیں گالیاں دیں، طعنہ و طنز کے پتھر برسائیں۔ وہ تو بس ایک وفادار غلام کی طرح جس طرح بھی بن سکے خدمت کی نعمت چکھنے نہ پائے۔ اس فریضہ میں کوتاہی نہ ہو ہر دم اس فکر میں لگے رہتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر دن کی ڈاک سے جہاں بہت سے توصیف نامے آتے تھے، وہیں گالی ناموں کا بھی ڈھیر ہوتا تھا۔ مگر واہ رے دردِ عشق وہ یہ سوچ کر مچل مچل اٹھتے کہ۔

"جتنی دیر وہ مجھے گالی دیتے ہیں اتنی دیر تو میرے آقا کی بدگوئی سے باز رہتے ہیں"

خود فرماتے ہیں۔

"واللہ العظیم [1] وہ بندۂ خدا بخوشی راضی ہے اگر یہ دُشنامی حضرات [2] بھی اس کے بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ و رسول (ﷻ و ﷺ) کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگالیں کہ روزانہ اس بندۂ خدا کو پچاس ہزار مغلظہ گالیاں سنائیں، اور لکھ لکھ کر شائع فرمائیں اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی گستاخی سے باز رہنا۔ اس شرط پر مشروط ہے کہ اس بندۂ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا اکابر علماء قدست اسراہم کو گالیاں دیں تو ایں ہم برعلم۔ اے خوشا نصیب اس کا کہ اس کی آبرو، اس کے آباء واجداد کی آبرو بدگویوں کی بدزبانی سے محمد رسول اللہ ﷺ کی آبرو کے لئے سپر [3] ہو جائے...... یہی وجہ ہے کہ بدگو حضرات اس بندۂ خدا پر کیا کیا طوفان، بہتان اس کے ذاتی معاملات میں اٹھاتے ہیں۔ اخباروں، اشتہاروں میں طرح طرح کی گڑھتوں سے کیا کیا خاکے اڑاتے ہیں۔ مگر وہ اصلاً

---

[1] عظمت والے خدا کی قسم [2] گالیاں دینے والے [3] ڈھال

قطعاً اس طرف التفات کرتا نہ جواب دیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جو وقت مجھے اس لئے عطاء ہوا کہ بعونہ تعالیٰ عزت محمد رسول اللہ ﷺ کی حمایت کروں۔ حاشا کہ اسے اپنی ذاتی حمایت میں ضائع ہونے دوں۔ اچھا ہے کہ جتنی دیر مجھے بُرا کہتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی بدگوئی سے غافل رہتے ہیں۔

فَإِنَّ أَبِيْ وَوَالِدِيْ وَ عِرْضِيْ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءٌ [1]

(خلاصہ فوائد فتاوی (۱۳۲۴ھ) امام احمد رضا (۱۰)

اور اپنے اس مومنانہ طرزِ عمل پر انہیں کیسی طمانیتِ روح نصیب ہے حرمین شریفین کے اکابر علماء کی زبان وقلم سے مدح سُن کر اِتراتے ہیں نہ دشمنوں کی گالیاں سُن کر گھبراتے بلکہ ہر حال میں خداوند کریم کا شکر بجالاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حمد اس کے وجہِ کریم کو جس نے اپنے بندے کو یہ ہدایت دی، یہ استقامت دی کہ وہ ان اعاظم اکابر کی ان عظیم مدحوں پر اِتراتا ہے، بلکہ اپنے رب کے حُسنِ نعمت کو دیکھتا ہے کہ پاکی تیرے لئے، کیسا تو نے اس ناچیز کو ان عظمائے عزیز کی آنکھوں میں معزز فرمایا...... نہ (یہ بندہ) ان دشنامیوں اور ان کے حامیوں کی گالیوں سے جو وہ زبانی دیتے اور اخباروں میں چھاپتے ہیں۔ پریشان ہوتا۔ بلکہ شکر بجالاتا ہے کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس قابل کیا کہ یہ تیری عظمت اور تیرے حبیب ﷺ کی عزت کی حمایت کرے۔ گالیاں کھائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سرکار کے پہرہ دینے والے کُتوں میں اس کا چہرہ لکھا جائے۔ (ایضاً ص ۴۹، ۵۰ ملخصاً) (۱۱)

حضرت رضا بریلوی کے اندر خدا اور رسول کے دشمنوں سے نفرت ابتدا ہی سے تھی۔ بلکہ یہ چیز ان کی فطرت میں داخل کر دی گئی تھی، حالات و ماحول کے تقاضے سے بہت سے مراحل ایسے آتے ہیں کہ انسان کے نظریہ میں نزاکت آ جاتی ہے، آدمی اپنے مسلّمہ اُصولوں سے بھی

---

[1] یعنی، بے شک میری اور میرے آباء کی عزت، حضرت محمد ﷺ کی عزت کے لیے ڈھال ہے

سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن کیا مجال کہ یہاں ذرہ برابر نرمی آئے۔ اللہ و رسول کے دشمنوں سے سمجھوتہ پر وہ راضی ہو جائیں......ان کے دل میں اللہ و رسول کی محبت ایسی راسخ اور پختہ تھی کہ انہیں عظمت و محبت کے سوا کبھی کچھ گوارہ نہ تھا......فرماتے ہیں:۔

"بحمد اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے۔ اور میرے بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ ﴿ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ ﴾[1] بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" دوسرے پر لکھا ہوگا "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (۱۲)

چمن زار رضا میں جس طرف بھی رُخ کیا جاتا ہے دیدہ و دل خیرہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آپ نے کردار و عمل اور زبان و قلم سے عشقِ رسالت کا جو درس دیا ہے اس کی اتھاہ گہرائیوں اور بے پناہ وسعتوں کو دیکھ کر ایک عالم آج بھی انگشت بدنداں ہے۔ عشقِ رسالت کے سوز و ساز میں ڈوبا ہوا یہ نثری شہ پارہ دیکھئے......"اے عزیز! ایمانِ رسول ﷺ کی محبت سے مربوط ہے اور آتشِ جاں سوزِ جہنم سے نجات ان کی اُلفت پر منوط، جو ان سے محبت نہیں رکھتا۔ واللہ کہ ایمان کی بو اس کے مشام تک نہ آئی وہ خود فرماتے ہیں۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ[2]

تم میں سے کسی کو ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک میں اس کے ماں باپ اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

---

[1] المجادلہ ۲۲/۵۸

[2] اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" (برقم: ١٤) میں، مسلم نے اپنی "صحیح" (برقم: ٦٩-٤٤) میں، نسائی نے اپنی "سنن" (برقم: ٥٠١٣) میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" (برقم: ٤٠٣٣) اور احمد نے "المسند" (١٧٢/٣) میں روایت کیا ہے اور ولی الدین تبریزی نے "مشکاة المصابیح" کے کتاب الایمان، الفصل الأول، (برقم: ٧-٦) میں ذکر کیا ہے۔

اے عزیز! چشمِ خرد میں سرمۂ انصاف لگا کر اور گوشِ قبول سے پنبۂ انکار نکال کر پھر تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب و ملّت کے عُقلاء سے پوچھتا پھر کہ عُشّاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے۔ اور غلاموں کو مولیٰ کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔ آیا تکثیرِ فضائل، و تکثیرِ مدائح اور ان کی خوبیٔ حُسن سُن کر باغ باغ ہونا، جامے میں پھولا نہ سمانا۔ ردّ محاسن، نفیٔ کمالات اور ان کے اوصافِ حمیدہ سے بہ انکار و تکذیب پیش آنا۔ اگر ایک عاقل، مُنصِف بھی تجھ سے کہہ دے نہ وہ دوستی کا مقتضی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے۔ تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا اور رسول سے شرما اور حرکت بیجا سے باز آ۔ یقین جان لے کہ محمد ﷺ کی خوبیاں تیرے مٹانے سے نہ مٹیں گی۔ (۱۳)

(قمر التمام، امام احمد رضا)

وہ عشقِ رسول کی جس منزل پر فائز تھے اس کا لازمی نتیجہ بارگاہِ رسول سے خلعتِ اعزاز و اکرام کی شکل میں ظاہر ہونا ہی چاہئے تھا......مولانا محمد احمد مصباحی رقمطراز ہیں......

"۱۳۲۴ھ میں آقائے کونین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو شوقِ دیدار کے ساتھ مواجہہ عالیہ میں درود شریف پڑھتے رہے......انہیں امید تھی کہ ضرور سرکار مدینہ ﷺ عزت افزائی فرمائیں گے اور زیارتِ جمال سے سرفراز کریں گے۔ لیکن پہلی شب تکمیل آرزو نہ ہو سکی۔ یاس و حسرت کے عالم میں ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع میں عاشقِ مصطفیٰ کا ناز اور ایک جلیل القدر ولی کا عرفان، پھر بے کسی و محرومی کا اظہار کچھ عجب انداز لئے ہوئے نظر آتا ہے۔ عرض کرتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا تجھ سے کُتّے ہزار پھرتے ہیں

مواجہہ شریف میں یہ نعت عرض کی اور مؤدّب و منتظر بیٹھ گئے۔ قسمت جاگی، حجاب اٹھا۔ اور عالمِ بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت اور جمال جہاں آرا کے دیدار سے شرفیاب ہوئے۔ یہ آقائے کونین ﷺ کی طرف سے وہ اعزاز ہے جو بڑے ناز کے پالوں کو ہی میسر آتا

ہے..... حضرت رضا بریلوی قدس سرہ خواب میں تو بار بار زیارت جمالِ اقدس سے شرفیاب
ہوئے مگر اس بار خاص روضہ مقدسہ کے حضور عالمِ بیداری میں دیدار سے سرفراز ہوئے. یہ جوان
کے کمالِ عشق وعرفان کی کھلی ہوئی دلیل اور بارگاہِ رسالت میں ان کی مقبولیت کا بیّن ثبوت ہے۔
(۱۴)

بارگاہِ رسالت سے وہ کتنے قریب تھے، مدینہ کا فیضان کس طرح ان پر ٹوٹ ٹوٹ کر
برستا تھا۔ نبیِ رحمت کی نظرِ رحمت کس طرح انہیں اپنے جلووں سے سرشار رکھتی تھی۔ آپ کے شاگرد
خلیفہ مولانا برہان الحق اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

"سنیچر کو قصائی محلّہ (بمبئی) میں اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا، منبر کے قریب والد ماجد اور
چچا کے پیچھے میں دیوار سے ٹک کر بیٹھا تھا۔ مسجد میں تِل رکھنے کی جگہ نہ تھی، ایمان
افروز نورانی تقریر سے مجمع پر محویت طاری تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد مجھ پر غنودگی کا
غلبہ ہوا۔ خواب میں دیکھا ایک عجیب دلکش نور سے پوری فضا منور ہے، درود وسلام
کی سرور افزا آواز سے بیدار ہوا۔ دیکھا کہ اعلیٰ حضرت منبر سے نیچے کھڑے دست
بستہ "اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ" پڑھ رہے ہیں چشم مبارک
سے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ اور پوری مسجد صلوٰۃ وسلام کی آوز سے گونج رہی ہے۔
میں بھی صلوٰۃ وسلام میں شامل ہو گیا، اعلیٰ حضرت کے آنسو جاری تھے۔ اور جس
والہانہ انداز سے محوِ صلوٰۃ وسلام تھے وہ عجیب کیف افزا تھا جس کا اظہار الفاظ میں
ممکن نہیں۔ صلوٰۃ وسلام سے فارغ ہو کر اعلیٰ حضرت منبر پر تشریف لائے آدھ گھنٹے
بعد دعاء پر تقریر ختم ہوئی..... ہم اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر قیام گاہ واپس
ہوئے راستہ میں چچا سے میں نے مسجد میں دوران وعظ خواب کا ذکر کیا۔ خواب کا
واقعہ سُن کر والد اور چچا میں یہ گفتگو ہوئی۔ اعلیٰ حضرت مدینہ طیبہ اور حضور اکرم ﷺ کی
محبت وعظمت وتوقیر وتعظیم پر بیان فرما رہے تھے یکا یک کافی بلند آواز سے
"اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" کہہ کر منبر سے اتر کر۔ ہاتھ باندھ

کر عجیب رقت آمیز آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے قبلہ رُخ کھڑے ہوگئے۔
ولادت مبارکہ کا ذکر نہ تھا۔ نہ وعظ ختم کرنے کا ہی کوئی انداز تھا۔ اعلیٰ حضرت کی
باطنی، روحانی نظر مبارک نے دیکھ لیا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اس لئے
فوراً منبر سے اُتر آئے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرنے لگے۔ ایک صاحب سفید گھنی
داڑھی، ترکی ٹوپی لگائے اعلیٰ حضرت کے سامنے قریب بیٹھے ہوئے ہیں آنسو جاری
ہیں..... انہوں نے ذکر شروع کیا۔ رات وعظ میں وہ مسجد کے درمیان دروازے
سے لگے ہوئے بیٹھے تھے اور آنکھیں بند تھیں محویت کے عالم میں دیکھا کہ ایک نور
مُحیط ہو گیا ہے۔ اور "اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" کی آواز پر
آنکھ کھولی تو سامنے سارا مجمع کھڑا صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا تھا، یہ سن کر والد ماجد نے
عرض کیا حضور یہ منظر برہان نے بھی دیکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے صرف یہ فرمایا۔
"یہ سرکار اعظم ﷺ کا کرم تھا کہ تجلّی فرمائی..... الحمدللہ (۱۵)

جذباتِ محبت کے کیف میں سرشار اس طرح کے بہت سے واقعے ہیں جو ان کی زندگی
کے حقائق کے عکاس ہیں، بارگاہِ رسول میں جن سے ان کی مقبولیت ومحبوبیت کا اندازہ ہوتا ہے،
نامور صاحب قلم علامہ ارشد القادری ایک واقعہ کی منظر نگاری یوں کرتے ہیں۔

"بریلی کے اسٹیشن پر ایک سرحدی پٹھان کہیں سے اُترا متصل ہی نوری مسجد میں اس
نے صبح کی نماز ادا کی، نماز سے فراغت کے بعد جاتے ہوئے نمازیوں کو روک کر اس
نے پوچھا "یہاں مولانا احمد رضا خاں نامی کوئی بزرگ رہتے ہیں؟ "ان کا پتہ ہو تو بتا
دیجئے،" ایک شخص نے جواب دیا..... یہاں سے دو تین میل کے فاصلے پر
"سوداگران" نام کا ایک محلّہ ہے وہیں اس کے علم وفضل کی راجدھانی ہے۔ سرحدی
پٹھان اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے سوال کیا۔ کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ
کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟..... جواب دیا سرحد کے قبائلی علاقے سے میرا
تعلق ہے۔ وہیں پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹا گاؤں ہے۔ جہاں میرا آبائی مکان

ہے......آپ مولانا احمد رضا خان کی تلاش میں کیوں آئے ہیں؟......اس سوال پر اس کے جذبات کے ہیجان کا عالم قابلِ دید تھا، فوراً ہی آبدیدہ ہوگیا...... "یہ سوال نہ چھیڑیئے تو بہتر ہے" کہہ کر خاموش ہوگیا...... اس پُر اسرار جواب سے پوچھنے والوں کا اشتیاق اور بڑھ گیا۔ جب لوگ زیادہ مُصر ہوگئے تو اس نے بتایا...... "میں نے گزشتہ شبِ جمعہ کو نیم بیداری کی حالت میں ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کی لذت میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ اے خوش نصیب اولیائے مُقرّبین اور ائمہ سادات کی نورانی محفل جہاں بریلی کے "احمد رضا" نامی ایک بزرگ کے سر پر امامت کی دستار لپیٹی گئی ہے۔ اور انہیں قُطبُ الارشاد کے منصب پر سرفراز کیا گیا ہے۔ میری نگاہوں میں اب تک جھلک رہی ہے۔ اس دن سے میں اس مردِ مومن کی زیارت کے لئے پاگل ہوگیا ہوں۔ اس کے قدموں کی ارجمندی پر اپنی عقیدتوں کا خراج لٹانے کے لئے بے چین ہوں۔ میں اس کی زندگی کی صرف اداؤں کو دیکھنا چاہتا ہوں جن کی بدولت، غوثُ الوریٰ کی بارگاہ سے لے کر، سرکار رسالت کے حریم قدس تک ہر جگہ اسے تقرب خاص کا اعزاز حاصل ہے۔ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا "سنّتِ خداوندی کے مطابق قُطبُ الارشاد کی سند اسی کو عطا کی جاتی ہے۔ جو اعتقاد و سلامتیٔ دین کی صحیح فکر و نظر اور اہلِ اسلام کی خیر خواہی میں روئے زمین پر منفرد شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ اس مَنصبِ عظیم پر فائز ہونے والے کھلی آنکھوں سے سرکار رسالت کی روحانیت کبریٰ کا نظارہ کرتے ہیں......قُطبُ الارشاد کے قریب پہنچ کر دل کے لطائف جاگ اٹھتے ہیں اور آنکھوں کے میخانے سے عشقِ رسالت ﷺ کی سرمستیوں کی شراب طہور ہر وقت ٹپکتی رہتی ہے۔ سرحدی پٹھان نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا...... "آپ حضرات قابلِ رشک ہیں کہ اپنے وقت کے قُطبُ الارشاد کے چشمۂ فیضان کے کنارے شب و روز کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ بے تابیٔ شوق میں اٹھا اور تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے

محلہ سوداگران کی طرف چل پڑا۔

مُعطر ہے اسی کوچے کی صورت اپنا صحرا بھی
کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے (۱۶)

اس ایک واقعہ میں دوسرے بہت سے غیر معمولی پہلوؤں کے سوا ایک تابناک پہلو یہ ہے کہ عشقِ رسول کی برکتوں نے آپ کو منازلِ ولایت میں ایک اہم منزل۔ عظیم مَنصب "قُطبُ الارشاد" پر فائز کردیا تھا۔ اس شانِ ولایت کی توثیق متعدد واقعوں سے ہوتی ہے۔

مخدومُ المِلّت، محدّثِ اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں۔

"میں اپنے مکان پر تھا، اور بریلی کے حالات سے بے خبر تھا۔ میرے حضور شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ العزیز وضو فرما رہے تھے کہ یکبارگی رونے لگے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے۔ میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹا میں فرشتوں کے کاندھے پر "قُطبُ الارشاد" کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں، چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا، تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا" (۱۷)

پوری زندگی اپنے آپ کو سگِ بارگاہِ رسالت کے زُمرے میں شامل کرلینے کی آرزو رکھنے والا عاشق صادق جب اس دنیا سے رخصت ہوا تو رحمتِ کونین کی مہربانیوں کی مُوسلا دھار بارش میں اس کا پورا وجود شرابور تھا۔

بیتُ المقدس کے ایک شامی بزرگ، ٹھیک ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں کہ:۔

حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں۔ لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے۔ وہ شامی بزرگ بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں۔ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ

میرے ماں باپ حضور پر قربان کس کا انتظار ہے، سیدِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "احمد رضا کا انتظار ہے"، انہوں نے عرض کی "احمد رضا کون ہیں؟" حضور نے فرمایا: "ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں"۔ بیداری کے بعد انہوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں۔ پھر تو وہ شوقِ ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ جب بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشقِ رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں۔ وہ ۲۵ صفر (۱۳۴۰ھ) کو اس دنیا سے سوئے کوئے جاناں روانہ ہو چکا ہے۔ (۱۸)

حالات و مشاہدات بول رہے ہیں کہ حضرت رضا بریلوی "فنا فی الرسول" کے درجہ عُلیا، مرتبۂ کُبریٰ پر متمکّن تھے۔ اسی لئے ان کا ہر قول و فعل تصورِ رسول کی جاں بخش کرنوں سے مجلّٰی ہوتا تھا۔ ان کی تحریرات سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ بارگاہِ رسالت سے اشارے ہوتے تھے۔ اور آپ اسے عملی جامہ پہناتے تھے۔ دل کی پوری یکسوئی کے ساتھ ان کا "تصورِ عشق" اور "مقاماتِ عشق" کی تفصیل دیکھئے۔ کسی نے کسی شاعر کے شعر کے حوالے سے عشق میں "میخواہم و نمی خواہم" کی تشریح چاہی ہے...... رقمطراز ہیں۔

"شاعر اربابِ تمکین سے نہیں جو ایک حال پر مستقیم و مستقر رہے بلکہ اصحابِ تلوین میں سے ہے جن پر واردات مختلفہ مقتضی قضایائے مختلفہ وارد ہوئے ہیں۔ وہ اپنی ان احوال گوناگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ "میخواہم" تو ظاہر ہے کہ عشق میں اہلِ ہدایت کی یہی حالت ہوتی ہے وہ اپنی خواہش کے پابند ہوئے ہیں۔ اور ان کی خواہش یہی کہ حبیب کو دیکھیں اور رقیب کو نہ دیکھیں۔ اور "نمی خواہم" تین مقاماتِ مختلفہ سے ناشی ہے، جن میں ایک دوسرے سے اعلیٰ ہیں۔

مقامِ اول:۔ ادنیٰ مقام "جوششِ عشق و رشک" ہے یعنی دل کی خواہش تو یہی ہے کہ حبیب بے

خلش رقیب جلوہ گر ہو، مگر "حبیب و رقیب" شدّتِ مصاحبت سے متلازم ہیں کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے دیکھنے اور ایک کا نہ دیکھنا دوسرے کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے نظر براں جب رشک جوش کرتا ہے، حبیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کی رویت بے رویت رقیب نہ ہوگی۔ اور رویتِ رقیب ہرگز منظور نہیں۔ اور جب عشق جوش زن ہوتا ہے۔ رقیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کا نہ دیکھنا حبیب کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہوگا، اور دیدارِ حبیب سے محرومی گوارا نہیں۔

مقامِ دوم:۔ اوسط "مقام فنائے ارادہ در ارادۂ محبوب" یعنی خواہشِ دل تو وہی کہ حبیب بے رقیب متجلّی ہو۔ مگر حبیب کا ارادہ اس کا عکس ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں اسے نہ دیکھوں اور رقیب کو دیکھوں کہ غیظ پاؤں اور مُراد نہ پاؤں، جب فنائے ارادہ فی اِرادۃِ الحبیب کا مقام وار ہوتا ہے میں اپنی اس خواہشِ دلی سے درگذر کرتا ہوں۔

میلِ من سوئے وِصال رقصد اُو سوئے فِراق
ترک کام خود گرفتم تا برآید کامِ دوست
فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے [1]

مقامِ سوم:۔ اعلیٰ مقام "فنا فی المحبوب" کہ خود اپنی ذات ہی باقی نہ رہے۔ غیر و اضافات، و نسبت، و تعلقات کہاں سے آئیں۔ رقیب کا غیر ہونا ظاہر اور رویتِ حبیب کا تصور بھی تصورِ غیر ہے۔ کہ رویت تین چیزوں کو چاہتی ہے، رائی، مرئی، اور وہ تعلق کہ ان دونوں میں ہوتا ہے۔ بلکہ حبیب کو جاننا بھی بے تصورِ نفس ممکن نہیں۔ کہ حبیب وہ جس سے محبت ہو۔ اور محبت کو ہر دو حاشیہ محبّ و محبوب و اضافت بینھما سے چارہ نہیں۔ جب میں ہمہ تن "فنا فی المحبوب" ہوں۔ تو رقیب، حبیب و رویت و عدمِ رویت کو کون سمجھے؟ اور ارادہ و خواست کدھر سے آئے؟ لا جرم اس وقت ان

[1] یعنی، میرا میلان وصال کی طرف رقص کرتا ہے اور وہ فراق کی طرف، اپنی مراد کو ترک کر دیا ہے تاکہ دوست کی مراد پوری ہو جائے۔ فراق و وصل کے بجائے دوست کی رضا طلب کر کہ اس کے غیر کی تمنا افسوس کے سوا کچھ نہیں۔

میں سے کچھ خواہش نہیں رہتی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ھٰذَا الْمَقَامَ فِیْ رِضَاکَ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی مُصْطَفَاکَ وَاٰلِهٖ وَ اَوْلِیَائِهٖ وَ کُلِّ مَنْ وَّالَاکَ(۱۹)

حضرت رضا بریلوی کا یہ تصورِ عشق سامنے رکھئے اور ان کی سیرت کا وہ گوشہ دیکھئے جہاں وہ دشمنانِ خدا اور رسول پر شمشیر براں نظر آتے ہیں۔ محبت وہ نازک اور لطیف جذبہ ہے جو محبوب کی شان میں کسی توہین اور بے ادبی کو برداشت نہیں کرسکتا۔

حضرت رضا بریلوی کی وصیت کے الفاظ ملاحظہ ہوں..................فرماتے ہیں..............

جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ۔ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو۔ فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو۔ پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔(20)

پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری حضرت رضا بریلوی کے اس انداز پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابل اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے۔ لیکن کسی مقام پر تہذیب وشائستگی سے گرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموسِ مصطفےٰ ﷺ کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔ مگر ان کے مخالفین، ناموسِ اسلاف کی حفاظت میں تیغ براں لئے نظر آتے ہیں۔ دونوں کے طرز عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہے"(21)

امام احمد رضا کی تنقید بیجا، بے محل اور ناموزوں نہیں ہوتی تھی بلکہ بڑی جچی تلی اور انتہائی سنجیدگی ومتانت کی حامل ہوتی تھی۔ ان کی تنقیدات وتعاقبات کا سنجیدہ ومتین قاری یہ فیصلہ لئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے بنام تنقید جو بھی تحریر حوالۂ قرطاس کی ہے وہ۔ ع

از دل خیزد بر دل ریزد ۱؎

کا صحیح مصداق ہوتی تھی اسی لئے بہت سوں نے ان کی تحریرات کا مطالعہ کرکے راہِ حق، صراطِ مستقیم کو اپنایا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے وہ خود فرماتے ہیں۔

"دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے.........جن لوگوں کے عقائد مذبذب نہیں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں"(22)

حضرت رضا بریلوی کے سامنے چونکہ اسلامیات کا پورا ذخیرہ ہر وقت موجود رہتا تھا اس لئے وہ خوب جانتے تھے کہ ان کے آقا کو اپنی امت سے کتنا پیار تھا پھر بھلا وہ اس تعلق کو بھلا کیسے سکتے تھے اسی لئے انہوں نے اپنے محبوب کی امت میں سے جس فرد یا جماعت کو صراطِ مستقیم سے بہکا ہوا پایا تو ایک وفادار عاشق کی طرح محبوب کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے محبت بھری تنبیہ فرمائی ایسے موقع پر ان کی تحریر سے پیار کی شبنم ٹپکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ وہ جب نسبتوں کے تعلق سے معمولی بھول چوک کو بھی فروگذاشت نہیں کرسکتے تھے تو بھلا تنقیص وتوہین کا خفی سے خفی پہلو بھی کیسے گوارہ کر لیتے۔ نسبتوں کے تعلق سے اگر تھوڑی سی بے توجہی اور غفلت پائی تو چونک اٹھے۔ اور وہ نیازمندانہ انداز اپنایا کہ قلوب خود بخود نسبتوں کی عظمت کے قائل ہوگئے۔

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ اپنا واقعہ اور مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

انہیں کار افتاء پر لگانے سے پہلے گیارہ روپے کی شیرینی منگوائی اور اس پر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دلائی شیرینی حاضرین میں تقسیم ہوئی۔ پھر کیا ہوا حضرت محدث صاحب علیہ الرحمہ کی زبانی سنئے۔

"اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اٹھ پڑے، سب حاضرین کے ساتھ میں کھڑا ہوگیا ....حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے، سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین

۱؎ یعنی، دل سے اٹھتا ہے دل پر گرتا ہے۔

پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرے کو نوک زبان سے اٹھا رہے ہیں۔ اور پھر اپنی نشست گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے۔ اس واقعے کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی"۔(23)

حضرت رضا بریلوی کا ایک فتویٰ ہے جس کا عنوان ہے ''النور والنورق'' اس میں مختلف پانیوں کے احکام ذکر کیے ہیں۔ آب زمزم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ...... "اس کے ساتھ استنجاء مکروہ ہے کیوں کہ وہ ایک مقدس پانی ہے" یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انہیں خیال آیا کہ کہیں قارئین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زمزم کا پانی ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے۔ کیوں کہ ایک پانی ایسا بھی ہے جو نہ صرف آب زمزم بلکہ کوثر سے بھی افضل ہے۔ اس پانی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"سب پانیوں سے اعلیٰ سب سے افضل دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل، کوثر سے افضل وہ مبارک پانی ہے۔ جو بار ہا براہِ اعجاز حضور انور، سید اطہر ﷺ کی انگشتان مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا۔ اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں۔ وہ پانی زمزم و کوثر سب سے افضل ہے مگر اب وہ کہاں نصیب!(24)

حضرت رضا بریلوی کے عشق کا مزاج اور محبت کا بانکپن ملاحظہ ہو جن بے جان چیزوں کو آقائے کونین سے کسی طرح نسبت حال ہوگئی ان کا بھی ادب آپ کے مذہبِ عشق میں ضروری ہوگیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضور سید عالم ﷺ کا موئے مبارک، یا جبۂ مقدسہ، یا نعل شریف، یا کاسۂ مطہرہ تبرک کیلئے جس پانی میں دھویا قابل وضو ہے...... ہاں پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے۔ اگر منہ پر جاری کیا منہ کا وضو ہوگیا، ان کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے" پھر اسی حکم کے تعلق سے فائدہ کا عنوان دے کر حاشیہ میں مسئلہ بیان فرماتے ہیں...... مسئلہ "حضور اقدس ﷺ کے آثار شریفہ، مثل جبۂ مقدس

و نعلین مبارک کا غسالہ، شفاء برکت قابل وضو معطی طہارت ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے(25)

علماء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ زمزم افضل ہے یا کوثر، شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شبِ اسراء ملائکہ نے حضور اقدس ﷺ کا دل مبارک اس سے دھویا۔ حالانکہ وہ آب کوثر لا سکتے تھے...... اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور ﷺ کو۔ تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو۔ امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔ اس پر امام احمد رضا فرماتے ہیں...... "اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علماء سے نظرِ فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر کو ہے" پھر کوثر کی افضلیت پر آپ نے پانچ دلائل پیش فرمائے ہیں وہ سب دلیلیں آپ کی طبعزا ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔

(1)............ آخرت میں وہی افضل ہے جو عند اللہ افضل ہے اور شک نہیں کہ آخرت میں کوثر افضل ہے۔ تو اب بھی کوثر زمزم سے افضل ہے۔

(2)............ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے بے شک آخرت درجوں میں بڑی ہے اور فضیلت میں زائد۔

(3)............ کوثر کا پانی جنت سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ کوثر میں جنت سے دو پرنالے گر رہے ہیں ایک سونے کا ایک چاندی کا، اور فرماتے ہیں سن لو اللہ کا مال بیش بہا ہے سن لو اللہ کا مال جنت ہے۔

(4)............ کوثر کا پانی امت مرحومہ کے لئے زیادہ نافع ہے ایک قطرہ جس کے حلق میں جائے گا ابد الآباد تک کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ نہ کبھی اس کے چہرے پر سیاہی آئے۔

(5)............ اللہ عزوجل نے عطائے کوثر سے اپنے حبیب افضل الرسل ﷺ پر احسان عظیم رکھا کہ ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ [1] بے شک ہم نے کہ عظمت والے ہیں تم کو کہ بے مثل و یکتا ہو کوثر

[1] سورة الکوثر ۱/۱۰۸

عطا فرمایا.........تو کوثر کی عظمت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اللہ عزوجل ہم فقرائے بے قدر کو بھی اپنے حبیب کریم ﷺ کے کف کرم سے اس میں سے پینا نصیب فرمائے۔ آمین (26)

اس فاضلانہ بحث سے کوثر اور زمزم کا جوفرق ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے...... کہ زمزم کی نسبت حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہے اور کوثر کی حضور محبوب رب العالمین کی طرف۔ اور ہر وہ چیز جسے آپ ﷺ سے شرف نسبت حاصل ہوجائے افضل ہے۔ پھر امام احمد رضا جیسا متبحر عالم جانباز عاشقِ رسول کوثر پر زمزم کی فضیلت کیسے تسلیم کرلیتا۔ گرچہ علمائے احناف کے اقوال پیش نظر نہیں تھے مگر زورِ طبع اور جودتِ فکر سے کوثر کی فضیلت پر دلائل کے انبار لگا دیئے جن کے سطر سطر سے ان کا عشقِ خاموش بولتا، مسکراتا اور جھانکتا معلوم ہوتا ہے۔ اور اخیر سطر کہ

"اللہ عزوجل ہم فقرائے بیقدر کو بھی اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کفِ کرم سے پینا نصیب فرمائے" میں تو عشق کا جہان آباد فرما دیا ہے، سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تمنا اور سعادت اندوز حسرت ہے۔ اس ایک حسرت پر کونین کا ہر عیش و عشرت قربان۔

علماء کے درمیان یہ مسئلہ بھی بڑا معرکۃ الآرا ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ؟ اپنے اپنے انداز اور پرواز خیال کے دائرے میں سب نے شواہد وحقائق کے اجالے ہی میں گفتگو کی ہے مگر عاشقِ جمالِ مصطفوی حضرت رضا بریلوی کے عارفانہ حل اور عاشقانہ جواب کی بات ہی کچھ اور ہے مختلف پیرایہ بیان میں ایک ہی سیلِ عشق کی روانی ہے۔ جو جذبۂ محبت کی کہانی سنا رہی ہے۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے
عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو
مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے
شانِ جمالِ طیبۂ جاناں ہے نفع محض
وسعت جلالِ مکہ میں سود و ضرر کی ہے

کعبہ اللہ کا گھر ہے اور گنبد خضرا سرور کونین کا کاشانہ، دل ناصبور سخت حیران ہے کہ کس کو افضل جانے؟ خدا کے گھر کو کہ محبوبِ خدا کی آرامگاہ کو۔ یہ وہ نازک فیصلہ ہے جو کوئی بندۂ عشق ہی کرسکتا ہے، سنئے عاشقِ مصطفےٰ امام احمد رضا خان کیا کہتے ہیں۔ اور داد دیجئے ان کے عشق و عقیدت کے انداز کو کہ محبّ کی شان بھی بچالی اور محبوب پر آنچ بھی نہ آنے دی...... فرماتے ہیں۔

کعبہ ہے بے شک انجمن آرا دلہن مگر
ساری بہار دلہنوں میں دولہا کے گھر کی ہے
کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن
یہ رشک آفتاب و غیرت قمر کی ہے
دونوں بنیں سجیلی، انیلی دولہن مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
سر سبز وصل یہ ہے سیہ پوش ہجر وہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

فرش گیتی پر صحابہ کرام و مقدس نفوسِ قدسیہ ہیں جنہوں نے بلاواسطہ خورشید رسالت اکتساب نور و فیض کیا۔ قرآن اور صاحب قرآن کے حسین جلوؤں سے جن کے دل کی آبادی ہمیشہ مست و شاداب رہی۔ جن کی عظمت و شان کا خطبہ قرآن کریم نے پڑھا۔

حضرت رضا بریلوی کو صحابۂ کرام سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ ان کی شان سے گراہوا کوئی لفظ سننا ناقابل برداشت ہوجاتا تھا۔ اور اس پر اپنی ناگواری کا برملا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے خواہ یہ غلطی کسی بڑے سے بڑے آدمی ہی سے کیوں نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ علامہ طحطاوی جیسے عظیم فقیہ نے ایک جگہ یہ جملہ کہہ دیا کَمَا تَوَهَّمَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ جیسا کہ بعض صحابہ کو وہم ہوا ہے۔ صحابہ کرام کی طرف وہم کی نسبت کرنا حضرت رضا بریلوی کو سخت ناگوار گذرا اور فوراً تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "اَقُوْلُ هٰذَا لَفْظٌ بَعِيْدٌ عَنِ الْاَدَبِ فَلْيُجْتَنَبْ" میں کہتا ہوں یہ لفظ ادب سے بعید ہے اسلئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (27)

سوچنے کی بات ہے جب وہ صحابہ کے لئے ایسے الفاظ سننے کے لئے تیار نہیں جن سے ان کی معمولی سی بھی تخفیفِ شان ہوتی ہوتو پھر آقائے کونین کے بارے میں ان کے تطہیر خیال، علوئے فکر، نظافتِ الفاظ، نفاستِ بیان کا اندازہ کون کرسکتا ہے، ان کی شخصیت کے جس رُخ کو دیکھئے وہ تو بس رُخِ روشن کی تجلیات پر فکر و تصور کی متاعِ گراں بہا لٹانے ہی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور اس تصور میں وہ ایسے مست تھے ہر بندہ مومن سے وہ اسی جذبۂ احترام کی امید کرتے تھے ان کے اپنے متعینہ عشق کی حدود سے متجاوز الفاظ و انداز پر ان کی غیرت کا تیور دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے........ سرورِ کائنات ﷺ کے نام پاک کے ساتھ کبھی کبھی بعض احباب "ص" "صلعم" اور انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ "ع" "م" لکھ دیتے تھے، یہ انہیں سخت ناپسند تھا بلکہ وہ اسے کفر سمجھتے تھے، ایک خط میں ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کو لکھتے ہیں......

"تاتار خانیہ" سے ایک عبارت علامہ طحطاوی نے حاشیہ درر میں بالواسطہ نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصار 'ع' 'م' لکھنا کفر ہے، کہ تخفیفِ شانِ نبوت ہے (28)

محسوس یہ ہوتا ہے کہ ان کی سوچ و فکر پر بھی غیرتِ عشق کے پہرے بیٹھے تھے ہر وقت ان کی نگاہیں عظمتِ محبوبِ کائنات کا نظارہ کرنے ہی میں محو رہتی تھیں۔ ان کی رگ رگ میں جو ہم "عشق" کے شرارے دیکھتے ہیں یہ جلوۂ محبوب میں ڈوبے ڈوبے رہنے ہی کا فیضان معلوم ہوتا ہے۔ اب تو سیرتِ سرکارِ دو عالم کے عرفان کے لئے آپ کی شخصیت معیارِ کامل کا درجہ حاصل کرچکی ہے۔ اساطینِ علم و فن جب کسی فکر میں عاجز ہوجاتے تو آپ کی یاد آتی اور آپ کی شخصیت کے حوالے سے فکر و فن کا جائزہ لیا جاتا اور حیرت یہ ہے کہ کبھی کسی کو آپ کی بارگاہ سے مایوسی نہیں ہوئی۔ عظیم مورخ مولانا شاہ محمود احمد رفاقتی تحریر فرماتے ہیں۔

"حکیم عبداللطیف فلسفی (خاندان اطبائے لکھنؤ کے چشم و چراغ اور طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پرنسپل تھے) نے ایک موقع پر بیان فرمایا تھا کہ دارالعلوم

مُعینیہ، عثمانیہ، اجمیر شریف کے ایک امتحان کے موقع پر نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی سابق صدر امور مذہبی حیدرآباد دکن نے اکابر علماء حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی، حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، استاذ العلماء مولانا مشتاق احمد کانپوری حضرت مولانا سید سلیمان اشرف، چیئر مین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے دریافت کیا کہ "حضور انور ﷺ کے عمامہ شریف میں کتنے پیچ ہوتے تھے؟ مولانا سید سلیمان اشرف نے فرمایا اس کا جواب صرف مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ دیتے مگر افسوس کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں، مولانا کے اس فرمان کی تمام علماء نے تائید کی" (29)

بس یہ کہ عشقِ مصطفےٰ کی چلتی پھرتی تصویر کا نام تھا احمد رضا، عظمتِ صحابہ کے پاسبان کا نام تھا احمد رضا۔ اکابرینِ ملت کی توقیر و تعظیم کے داعی کا نام تھا احمد رضا وہ اس دھرتی پر محبوبِ خدا کی محبت کا امین بلکہ نمائندہ تھا۔ ذرا ان کی محبت کا یہ نرالا انداز دیکھئے۔

"جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے خدمت میں حاضر ہوتے پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا۔ فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر نفی میں جواب ملا پھر مطلق تخاطب نہ فرماتے، ایک بار ایک حاجی صاحب حاضر ہوئے۔ چنانچہ حسبِ عادت کریمہ یہی استفسار ہوا کہ سرکار میں حاضر ہوئی، وہ آبدیدہ ہوکر عرض کرتے ہیں ہاں حضور مگر صرف دو روز قیام رہا، آپ نے فوراً قدمبوسی فرمائی اور ارشاد فرمایا "وہاں کی سانسیں بھی بہت ہیں آپ نے تو بحمداللہ دو دن قیام فرمایا (30)

یوں تو آپ کی سیرت و شخصیت کا ہر پہلو گوہرِ تاجدار ہے۔ قلم کی ہر تحریر عظمت و وقار کا شاہکار ہے۔ لیکن خاص طور پر شانِ اُلوہیت، مقامِ نبوت، اور مرتبۂ ولایت جیسے موضوعات پر جب دفاعی مورچہ سنبھالا ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔ دامنِ قرطاس پر دلائل کے ڈھیر نہیں لعل و گوہر کے خزینے ہیں جو ادب احتیاط کی پیشانی کا جومر بن کر دلوں کی اجڑی زمین کو درخشاں کر رہے ہیں۔

آپ کی شخصیت کی اس عظمت کا اعتراف ان کے اپنے اور پرائے سب کو ہے............... برصغیر کے مشہور دانشور مولانا کوثر نیازی اعتراف حقیقت کی ترجمانی یوں کرتے ہیں......

"میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت سے کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے، مولوی صاحب!...... مولانا احمد رضا خان کی بخشش تو انہی فتووں کے سبب ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، احمد رضا تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہینِ رسول کی تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگادیا۔ جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کردی"۔

کم وبیش اسی انداز کا واقعہ مفتی محمد شفیع دیوبندی سے میں نے سنا فرمایا:۔

"جب حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی وفات ہوئی۔ تو مولانا اشرف علی تھانوی کو کسی نے آکر اطلاع دی، مولانا تھانوی نے بے اختیار دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے، جب وہ دعا کرچکے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے پوچھا وہ تو عمر بھر آپ کو کافر کہتے رہے اور آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کررہے ہیں۔ فرمایا (اور یہی بات سمجھنے کی ہے) کہ مولانا احمد رضا خاں نے ہم کو کفر کے فتوے اس لئے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے توہینِ رسول کی ہے اگر وہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہوجاتے''۔ حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا کا تشدد قرار دیتے ہیں وہ بارگاہِ رسالت میں ان کے ادب واحتیاط کی رَوِش کا نتیجہ ہے"۔ (31)

بارگاہِ رسول سے ان کے مثالی لگاؤ، آستانِ عرش نشان کی عظمت وتقدسِ تاجدارِ حرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کیسی کیسی سعادتوں کی حامل ہے اور محرومی کیسی کیسی شقاوتوں کی غماز ہے۔ جذبات محبت کی ترنگ، قلم کی جولانی عشق کا ثبات حریمِ محبت کے محرم راز کی تحریر پرتنویر سے عیاں

ہے۔ "لَا تُشَدُّ و الرِّحَال" [1] والی حدیث سے ابن تیمیہ نے یہ غلط استدلال کیا ہے کہ روضۂ رسول کی زیارت کے قصد سے مدینہ طیبہ کا سفر کرنا ناجائز وحرام۔ حالانکہ اس کے فضائل سے کتاب و سنّت اور کتبِ اسلاف لبریز ہیں۔ اور زیارت کے مانعین وتارکین کے لئے سخت وعیدیں وارد ہیں۔

حضرت رضا بریلوی ''ابن تیمیہ'' کے اس غلط استدلال کا محاسبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"طرفہ یہ ہے کہ شارع ﷺ جس امر کی طرف بہ تاکید بلائے اور اس کے ترک پر وعید فرمائے۔ اس کا قصد ناجائز قرار پائے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" [2] یہ عجب کارِ ثواب ہے جس کی نیت موجب عذاب ہے وَلَا حَوْلَ وَلَا

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب فضل الصلاة فی مسجد مكة و المدينة، باب مسجد بيت المقدس (برقم: ١١٩٧) میں مسلم نے اپنی "صحیح" کے (برقم: ٤١٥-٨٢٧) میں، ترمذی نے "جامع الترمذی" کے أبواب الصلاة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی أیّ المساجد أفضل (برقم: ٣٣٦)، نسائی نے اپنی "سنن" کے كتاب المساجد، باب ما تشد الرحال إليه من المساجد (برقم: ٧٠١) میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے أبواب المساجد و الجماعات، باب ما جاء فی الصلاة فی مسجد بيت المقدس (برقم: ١٤٠٩) میں اور احمد نے "المسند" (٧/٣) میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ولی الدین تبریزی نے "مشكاة المصابيح" کے كتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الأول، (برقم ٦٩٣-٦) میں روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے كتاب فضل الصلاةفی مسجد مكة و المدينة، باب فضل الصلاة فی مسجد الخ (برقم: ١١٨٩) میں اور ابوداؤد نے اپنی "سنن" کے كتاب المناسك، باب فی إتيان المدينة (برقم: ٢٠٣٣) میں اور حافظ ابوالیمن ابن عساکر (متوفی ٦٨٦ھ) "اتحاف الزائر" ص٣٢، میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے كتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية و الحسبة (برقم: ٥٤) میں سوائے لفظ "إنما" کے اور مسلم نے اپنی "صحیح" (برقم: ١٩٠٧) میں ابوداؤد نے اپنی "سنن" کے كتاب الطلاق، باب فی ما عنى به الطلاق و النيات (برقم: ٢٢٠١) میں، نسائی نے اپنی "سنن" کے كتاب الطهارة، باب النية فی الوضوء (برقم: ٧٥) میں، ترمذی نے "جامع الترمذی" کے فضائل الجهاد، باب ما جاء فيمن يقاتل رياء و للدنيا (برقم: ١٦٤٧) میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے أبواب الزهد، باب الزهد (برقم: ٤٢٢٧) میں اور احمد نے "المسند" (٢٥/١) میں روایت کیا ہے اور ولی الدین تبریزی نے "مشكاة المصابيح" کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔

قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ وہی حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ۔ ائمہ دین نے تصریح فرمائی وہاں ان تینوں مسجدوں کے سوا اور مسجد کے لئے بالقصد سفر کرنے سے ممانعت ہے۔ ورنہ زنہار الفاظِ حدیث طلبِ علم، اصلاحِ مسلمین، جہاد، تجارتِ حلال اور ملاقاتِ صالحین وغیرہا مقاصد کے لئے سفر سے مانع نہیں۔ اور قاطع نزاع یہ ہے کہ بعینہٖ یہی حدیث بروایت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بسند حَسن یوں روایت کی۔ لاَ یَنۡبَغِیۡ أَنۡ تُشَدُّ وَ رِحَالَهٗ إِلٰی مَسۡجِدٍ تَبۡتَغِیۡ فِیۡهِ الصَّلٰوۃَ غَیۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَ الۡاَقۡصٰی وَ مَسۡجِدِیۡ هٰذَا (ترجمہ) ناقہ کو سزاوار نہیں کہ اس کے کجاوے کسی مسجد کی طرف بغرض نماز کے جائیں سوا مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری اس مسجد کے، تو خود حضور اقدس کے ارشاد سے حضور کی مراد واضح ہو گئی۔ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ (32)

کسی سائل نے آپ سے استفتاء کیا کہ حضور ﷺ کی زیارت شریف کا کیا حکم ہے۔ اور باوجود قدرت اس کا تارک یا مانع ومنکر فضل شرعاً کیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں ناموس رسالت کی حرمتوں کے پاسبان حضرت رضا بریلوی نے ایک جامع رسالہ "البارقة الشارقه علیٰ مارقة المشارقة" سپردِ قلم فرمایا پورا فتویٰ عقل و نقل اور فکر واستدلال کے بے شمار شواہد سے لبریز ہے۔ اور سطر سطر عشق وادب کے کیف میں شرابور ہے۔ ذیل میں اس فتوے کی تلخیص ملاحظہ ہو۔

"زیارت سراپا طہارت حضور پُرنور سید المرسلین ﷺ بالقطع والیقین باجماع مسلمین افضل قُربات واعظم حسنات سے ہے، جس کی فضیلت وخوبی کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ، بے دین، یا کوئی سخت جاہل، سفیہہ غافل، سخرۂ شیاطین والعیاذ باللہ ربُّ العالمین اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم اور کیوں نہ ہو خود قرآن عظیم اس کی طرف بلاتا۔ اور مسلمانوں کو رغبت دلاتا ہے۔ قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ ﴿وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَ اسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا الرَّحِیۡمًا﴾[1] (ترجمہ) اگر ایسا ہو کہ وہ جب اپنی جانوں پر ظلم (یعنی گناہ وجرم) کریں تیری بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوں۔ پھر گناہ سے مغفرت مانگیں۔ اور مغفرت چاہے ان کے لئے رسول تو بے شک اللہ عزوجل کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے"۔

امام سبکی ''شفاء السقام'' اور شیخ محقق[2] ''جذب القلوب'' میں فرماتے ہیں......

علماء نے اس آیت سے حضور اقدس ﷺ کے حالِ حیات، حالِ وفات دونوں حالتوں کو شمول سمجھا، اور ہر مذہب کے مصنفینِ مناسک نے وقت حاضری مزار پر انوار اس آیت کی تلاوت کو آداب زیارت سے گنا......

ابن عدی وغیرہ کی حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ مَنۡ حَجَّ وَ لَمۡ یَزُرۡنِیۡ فَقَدۡ جَفَانِیۡ[3]۔ جو حج کرے۔ اور میری زیارت کو حاضر نہ ہو بے شک اس نے مجھ پر جفا کی۔ علامہ علی قاری ''شرح لباب'' میں اس سند کو حسن اور وہی ''شرح شفا'' و ''درر مضیہ'' اور امام ابن حجر ''جوہر منظّم'' میں محتج بہ فرماتے ہیں۔ انہیں دونوں کتابوں میں فرمایا نبی ﷺ کی جفا حرام ہے۔[4] تو زیارت نہ کرنا متضمن جفا ہے۔ حرام ہوا۔[5] اسی طرح ترک زیارت کے موجب جفا ہونے میں

---

[1] سورۃ النساء ۶۴

[2] یعنی، شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی

[3] اس حدیث کو ابن عدی نے " الکامل " میں اور امام تقی الدین سبکی شافعی نے " الشفاء السقام فی زیارة خیرالأنام "(الباب الأول فی الأحادیث الواردة فی الزیارة نصاً، الحدیث الخامس، ص ۲۷، مطبوعة : النوریة الرضویة، لاهور میں، ابن عدی کے طریق روایت کیا ہے اور علامہ احمد بن حجر ہیتمی نے " الجوهر المنظم " (الفصل الثالث فی التحذیر من ترك زیارته ﷺ مع استطاعتها، ص ۲۸، مطبوعة بالمطبعة الخیریة، الطبعة الأولیٰ، ۱۳۳۱ ھ میں ذکر کیا ہے۔

[4] علامہ ابو الیمن ابن عساکر لکھتے ہیں جس نے حج کیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (کے روضۂ اطہر) کی زیارت نہ کی اس نے آپ ﷺ کے ساتھ جفا کی اور اس نے جو کیا وہ اچھا نہ کیا، اسی طرح جو آپ ﷺ کا پڑوسی ہے اور حرمین شریفین کے مابین واقع دیہاتوں کا باسی ہے وہ بغیر کسی مانع کے زیارت نہ کرے تو اس نے اسائت کی۔
(اتحاف الزائر، ص ۱۹۔۲۰، مطبوعة : مرکز اهلسنّت، برکاة الرضا، هند)

[5] علامہ احمد بن حجر مکی لکھتے ہیں: وَ جَفَائُهٗ حَرَامٌ فَعَدَمُ زِیَارَتِهٖ الۡمُتَضَمِّنُ لِجَفَائِهٖ

متعدد حدیثیں آئیں کہ حضرت والا علامہ قدس سرہ (والد ماجد رضا بریلوی) نے "جواہر البیان" شریف میں ذکر فرمائیں، اور شک نہیں کہ افراد میں اگرچہ کلام ہو۔ مجموعہ حَسن تک مُترقّی حَسن اور حَسن اگرچہ لغیرہ ہو محلِ احتجاج میں کافی...... جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام میں سکونت اختیار فرمائی، خواب میں حضور پرنور سید المحبوبین ﷺ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے کہ ارشاد فرماتے ہیں "مَا هٰذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ أَمَا آنَ لَكَ أَنْ تَزُوْرَنِيْ يَا بِلَالُ" ۔بلال! یہ کیا جفا ہے اے بلال! کیا ابھی تجھے وہ وقت نہ آیا کہ میری زیارت کو حاضر ہو۔ بلال رضی اللہ عنہ۔ غمگین و ترساں وہراساں بیدار اور فوراً بہ قصد مزار پُر انوار جانب مدینہ شَدُّ الرِّحال فرمایا۔ جب شرفِ حضور پایا قبر انور کے حضور رونا اور منہ اس خاک پاک پر ملنا شروع کیا۔ دونوں صاحبزادے حضرت حسن و حسین تشریف لائے، بلال ﷺ، انہیں سینے سے لگا کر پیار کرنے لگے، شہزادوں نے فرمایا! ہم تمہاری اذان کے مشتاق ہیں۔ بہ شغف مسجد انور پر جہاں زمانۂ اقدس میں اذان دیتے تھے۔ گئے جس وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کہا، تمام مدینہ لرزہ میں پڑ گیا۔ جب أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا لرزہ دوبالا ہوا۔ جب اس لفظ پر پہنچے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، کنواری نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں۔ اور لوگوں میں غُل پڑ گیا کہ حضور اقدس ﷺ مزار پُر انور سے باہر تشریف لے آئے۔ انتقال حضور ذی الجلال ﷺ کے بعد کسی دن مدینہ منورہ کے مرد وزن میں وہ رونا نہ پڑا تھا جو اس دن ہوا۔[1]

در نمازم خم ابروئے تو یاد آمد　　حالتے رفت کہ محراب بہ فریاد آمد[2]

حنفیہ زیارت شریف کو قریب بہ واجب کہتے ہیں اور اسی طرح مالکیہ، حنبلیہ نے تصریح کی ہماری کتب مذہب میں (۱) مناسک (فارسی) (۲) وطرابلسی (۳) وکرمانی، (۴) اختیار شرح مختار

[1] اس واقعہ کو علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی نے "الجوهر المنظم" (الفصل الثانی، ص ۲۷، مطبوعة بالمطبعة الخيرية) میں نقل کیا ہے اور امام تقی الدین سبکی نے "شفاء السقام" کے باب ثالث، ص ۵۳ میں ذکر کیا ہے۔

[2] یعنی، حالت نماز میں تیرے ابرو یاد آ گئے، جب وہ حالت رخصت ہوئی تو محراب تک نے فریاد کی۔

(۵) وفتاوی ظہیریہ (۶) وفتح القدیر (۷) وخزانۃ المفتین، (۸) ومنسک ومتوسط (۹) ومسلک مقسط، ومنح الغفار (۱۱) مراقی الفلاح (۱۲) وحاشیہ الطحطاوی علی المراقی (۱۳) ومجمع الانہر، (۱۴) عالم گیری وغیرہا میں اس کے قریب واجب[1] ہونے کی تصریح وتقریر بلکہ خود صاحبِ مذہب سیدنا امام اعظم سے اس پر نص منقول "جذب القلوب" میں ہے "زیارت آنحضرت ﷺ نزد ابی حنیفہ از افضل مندوبات واوکد مستحبات است"۔ قریب بہ درجہ واجبات...... بہرحال جزم کیا جاتا ہے کہ باوجود قدرت تارک زیارت قطعاً محروم وملوم وبدبخت۔ ومشوم آثم وگنہگار، وظالم وجفاکار ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ عَمَّا لَا يَرْضَاهُ، لاجرم علمائے دین، وائمہ معتمدین۔ تارکِ زیارت پر طعن شدید وتشنیع مدید کرتے آئے کہ ترک، مستحب پر ہرگز نہیں ہوسکتی۔

علامہ رحمتہ اللہ علیہ تلمیذ امام ہمام نے "لباب" میں فرمایا کہ: ترکِ زیارت بڑی غفلت اور سخت بے ادبی ہے۔ امام ابن حجر مکی نے "جوہر منظّم" میں تارک زیارت پر قیامت کبری قائم فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ: خبردار ہو! حضور اقدس ﷺ نے تجھے حد درجہ ڈرایا۔ اور اس کی آفتوں سے وہ کچھ بیان فرمایا کہ اگر تو اسے غور سے سمجھے تو اپنے اوپر ہلاکت وبدانجامی کا خوف کرے۔ حضور نے صاف فرمادیا ترکِ زیارت جفا ہے۔

حضرت رضا بریلوی اقوال واحادیث کی روشنی میں تارک زیارت کا حکم صادر کرتے ہوئے فرماتے ہیں......

"وہ شخص نامراد، ذلیل وخوار، مستحقِ نار، خدا ورسول سے دُور ہے اس پر ان سب عذابوں پر، مردودِ بارگاہ ہونے کی دعائے حضرت جبرئیل امین اور حضور سید المرسلین نے فرمائی۔ وہ راہِ جنت بھول گیا۔ حد بھر کا بخیل، ملعون، بے دین ہے۔ اپنے نبی

[1] اسی طرح امام سبکی نے "شفاء السقام" کے چوتھے باب کی ابتداء میں ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی کے "مناسک" اور عبداللہ بن محمد موصلی (متوفی ۶۸۳ھ) کی "کتاب الاختیار" کے حوالے سے لکھا ہے کہ احناف کے نزدیک روضہ انور کی زیارت مستحبات میں سب سے زیادہ افضل بلکہ درجہ وجوب کے قریب تر ہے۔

ﷺ کے دیدار جمال جہاں آرا سے محروم رہے گا، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی"(۳۳)

یہ ہے حضرت رضا بریلوی کی شخصیت اور ان کے عشق کا تیور کہ شہر محبوب خدا میں عدم حاضری کے لئے جو لوگ حیلے بہانے بناتے اور راہِ فرار اختیار کرنے کی دُھن میں ہوتے ہیں ان کی غیرتِ دینی، حمیتِ مذہبی کو ایسا للکارا اور ان کے فکر و خیال کی مصنوعی دیوار پر دلائل و حقائق کا وہ پتھر برسایا کہ بنیادیں ہل گئیں۔ تار و پود بکھر گئے ہیں۔ ورق ورق ناموسِ عشق کی پاسبانی کر رہا ہے۔ اور صفحہ صفحہ غیرتِ حق کا خطبہ پڑھ رہا ہے۔ اس مُدلل فتویٰ کی روشنی میں یہ حقیقت واشگاف فرما دی ہے کہ بارگاہِ رسول کی حاضری قریب بہ واجب اور سرفرازیٔ کونین کی ضامن ہے۔ اور ترکِ زیارت اپنے محسن نبی پر جفا اور شقاوتِ دارین کا باعث ہے۔ قبولِ حق اور انصاف پسندی کی حرارت اگر نقطۂ انجماد تک نہیں پہنچی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی روشنی اور رہبری میں آوارہ فکریں منزل نہ پائیں اور دل و دماغ کے خشک سوتے عشقِ نبوی کے آبِ زُلال سے سرشار نہ ہو جائیں۔

یہ ان کا کمالِ عشق ہے کہ وہ زندگی و بندگی کے ہر معاملے میں عشقِ مصطفیٰ کی چنگاری تلاش کرتے ہیں۔ وہ عشقِ مصطفیٰ سے ہٹ کر کسی عبادت و ریاضت کے قائل نہیں بلکہ وہ تو اسے هَبَاءً مَّنْثُوْرًا، بیکار اور ناکارہ سمجھتے ہیں۔ سرکار کی محبت کو اصل الاصول کا درجہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

صدیق بلکہ غار میں جاں اُن پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اور اپنے ملفوظات شریف میں فرماتے ہیں۔

"قیامت کے دن ایک شخص حساب کے لئے بارگاہِ ربُّ العزت میں لایا جائے گا اس سے سوال ہوگا کیا لایا؟ وہ کہے گا۔ میں نے اتنی نمازیں پڑھیں۔ علاوہ فرض

کے، اتنے روزے رکھے۔ علاوہ ماہ رمضان کے۔ اس قدر خیرات کی، علاوہ زکوٰۃ کے۔ اور اس قدر حج کئے۔ علاوہ حج فرض کے۔ وغیر ذالک۔ ارشاد باری ہوگا

"هَلْ وَالَيْتَ لِيْ وَلِيًّا وَ عَادَيْتَ لِيْ عَدُوًّا"

کبھی میرے محبین سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت بھی رکھی" تو عمر بھر کی عبادت ایک طرف اور خدا اور رسول کی محبت ایک طرف، اگر محبت نہیں سب عبادات و ریاضات بیکار (۳۴)

اسی میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکار کی غلامی و بندگی کی فرع ہے جب تک ان کا غلام نہ ہو لے کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی ولہٰذا قرآن عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایا ﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ [1] تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ و رسول پر اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ یعنی نماز پڑھو۔ تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیمِ رسول مقبول نہیں۔ یوں تو عبداللہ تمام جہان ہے مگر سچا عبداللہ وہ ہے جو "عبدِ مصطفیٰ" ہے ورنہ عبدِ شیطان ہوگا وَالْعَیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی (۳۵)

اللہ کا بندہ ہونا آسان ہے مگر رازِ بندگی کو سمجھنا بندگی کی تہہ میں چھپے ہوئے لعل و گہر سے آشنا ہونا۔ اور شانِ بندگی کو اس انداز سے دیکھنا جس انداز سے حضرت رضا بریلوی نے دیکھا ہے یہ انہیں کے عشق کا حصہ ہے۔ عبداللہ بن جانے کی طرف جو آپ نے اشارہ کیا ہے وہ خود آپ کے فنافی الرسول سے فنافی اللہ ہو جانے کا روشن ثبوت ہے...... فہم کا یہی عروج۔ فکر کا یہی ارتقاء اور فنا للبقاء کا یہی وہ داعیہ تھا جس نے آپ کو اپنے آبائی نام "احمد رضا" کے ساتھ "عبدالمصطفیٰ" لکھنے

[1] الفتح : ۹/۴۸

پر مجبور کیا تھا اور اپنے اس انداز محبت پر ان کو اتنا ناز تھا کہ ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے "عبدِ مصطفیٰ"
تیرے لئے اَمان ہے تیرے لئے اَمان ہے

آپ اپنے دستخط میں احمد رضا کے ساتھ ہمیشہ عبدالمصطفیٰ لکھتے ہیں۔لیکن اس کے بعد عبدالمصطفیٰ پر بے شمار اعتراضات ہوئے کسی نے ایک سوال لکھ کر اعلیٰ حضرت رضا بریلوی کی بارگاہ میں بھیجا...... "زید کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ہر کتاب اور ہر خط میں لکھتے ہیں "راقم عبدالمصطفیٰ" خدا جل جلالہ کے سوا دوسرے کا عبد کوئی کیسے بن سکتا ہے؟

اس کا جواب اعلیٰ حضرت بریلوی نے مفصل طور پر تحریر فرمایا:۔

"الجواب"......اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾[1] ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا کہ تم میں جو عورتیں بے شوہر ہوں انہیں بیاہ کر دو اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو لائق ہوں ان کا نکاح کر دو" رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فِيْ فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ"[2]۔مسلمان پر اس کے بندے اور گھوڑے میں زکوۃ نہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم اور باقی سب صحاح میں موجود ہے۔

---

[1] النور : ۳۲/۲٤

[2] اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب الزكاة، باب ليس على المسلم فی فرسه الخ (برقم: ١٤٦٣) وباب ليس على المسلم فی عبده الخ (برقم: ١٤٦٤) میں، مسلم نے اپنی "صحیح" کے كتاب الزكاة، باب لا زكاة على المسلم فی عبده و فرسه (برقم: ٨-٩٨٢/٩) میں، ابوداؤد نے اپنی "سنن" کے كتاب الزكاة، باب صدقة الرقيق (برقم ٦٢٨) میں، نسائی نے اپنی "سنن" کے كتاب الزكاة، باب زكاة الخيل (برقم: ٢٤٦٩-٢٤٧٠-١٤٧١) میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے أبواب الزكاة، باب صدقة الخيل و الرقيق (برقم: ١٨١٢) میں، دارمی نے اپنی "سنن" (برقم: ١٦٣٢) میں، مالک نے "الموطا" کے كتاب الزكاة میں، احمد نے اپنی "المسند" (برقم: ٢٤٢/٢) میں روایت کیا ہے۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمعِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ فرمایا کہ "كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ كُنْتُ عَبْدَهٗ وَ خَادِمَهٗ" میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں حضور کا بندہ اور خدمت گار تھا۔ یہ حدیث شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے "ازالۃ الخفاء، بحوالہ ابوحنیفہ و کتاب الریاض النضرۃ لکھی اور اس سے سند لی اور مقبول رکھی، مثنوی شریف میں قصۂ خریداری بلال ﷺ میں ہے سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے حضور پرنور ﷺ سے عرض کی۔

گفت مادو بندگان کوئے تو کردمش آزاد ہم بروئے تو[1]

اللہ عزوجل فرماتا ہے:۔

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾[2]

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بندہ خود خواند احمد در رشاد جملہ عالم را بخواں قُلْ يٰعِبَادْ[3]

اشرف علی تھانوی نے "حاشیہ شمائم امدادیہ" میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کی ہے کہ "تمام جہاں رسول اللہ ﷺ کا بندہ ہے...... عبداللہ بمعنی خلقِ خدا و ملکِ خدا تو ہر مومن و کافر ہے۔ مگر مومن وہی ہے جو عبدالمصطفیٰ ہے۔ امام الاولیاء مرجع العلماء حضرت سیدنا سہیل بن عبداللہ تستری ﷺ فرماتے ہیں۔ "مَنْ لَّمْ يَرَ نَفْسَهٗ فِيْ مِلْكِ النَّبِيِّ ﷺ لَا يَذُوْقُ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ"۔(۱)

"جو اپنے آپ کو نبی ﷺ کا مملوک نہ جانے ایمان کا مزہ نہ چکھے گا۔"

---

[1] یعنی، ہم دو بندے ہیں تیرے کوچے کے، میں نے آپ کی خاطر اسے آزاد کر دیا۔

[2] سورۃ الزمر : ٥٣/٣٩

[3] یعنی، بندہ خود کہے راست پر آئیں احمد ہیں تمام عالَم کو کہے قل یعباد

آخر نہ دیکھا جب اللہ ﷻ نے محمد ﷺ کا نور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں ودیعت کیا اور اس نور کی تعظیم کے لئے تمام ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس لعین نے نہ کیا۔ کیا وہ اس وقت عبداللہ ہونے سے نکل گیا۔ اللہ کی مخلوق، اللہ کا مملوک نہ رہا، حاشا یہ تو ناممکن ہے۔ بلکہ نورِ مصطفیٰ کی تعظیم کو نہ جھکا "عبدالمصطفیٰ" نہ بنا لہٰذا مردود ابدی، معلون سرمدی ہوا۔ آدمی کو اختیار ہے چاہے "عبدالمصطفیٰ" بنے اور ملائکہ مقربین کا ساتھی ہو۔ یا اس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ دے وَالْعَيَاذُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی أَعْلَمُ۔ (فتاوی افریقہ امام احمد رضا) (۳۶)

حضرت رضا بریلوی کمال کے مُتلاشی تھے اسی لئے ان کی نظریں سراپائے محبوب، تذکرۂ محبوب میں کمال کو تلاش کر کے ہی رہتی تھیں۔ اُن کا معیارِ محبت اتنا بلند تھا کہ اس بلندی کو جھانکتے ہوئے کجکلاہانِ زمانہ کی کجکلاہی عاجز ہے۔ تاہم بہت سے حضرات نے ان کے "شدتِ عشق" کو عقل کے پیمانے سے ناپنے کی کوشش کی ہے۔ جذبِ محبت کو مختلف انداز سے سمجھا اور بیان کیا ہے۔ اور اس ضمن میں طعن وطنز کے تیر بھی چلائے ہیں۔ شاید وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ دشمن کون ہے......؟ اور دوست کون......؟ اللہ اور اس کے رسول کا وفادار کون ہے......؟ اور غدار کون......؟ کون کلیجے سے لگائے جانے کے قابل ہے......؟ اور کون ٹھکرا دیئے جانے کے لائق......؟ دوستی کا اصل معیار کیا ہے......؟ حضرت رضا بریلوی نے بابِ مدینۃ العلم حضرت علی مُشکل کُشا رضی اللہ عنہ کے قول سے اس کی عقدہ کشائی کی ہے۔ اور معیارِ محبت کو نکھار کر پیش کر دیا ہے۔ اور اس معیارِ محبت کی روشنی میں اپنی شخصیت کے بعض نجی پہلو کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایمان کی کلیاں جھومنے لگتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں انہیں کی زبانی۔

امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:۔

اَلْاَعْدَاءُ ثَلٰثَةٌ عَدُوُّكَ وَ عَدُوُّ صَدِيْقِكَ وَ صَدِيْقُ عَدُوِّكَ

دشمن تین ہیں ایک تیرا دشمن، ایک تیرے دوست کا دشمن اور ایک تیرے دشمن کا دوست

اللہ عزوجل کے دشمن تینوں قسم کے ہیں۔ ایک تو ابتداءً اس کے دشمن، دوسرے وہ کہ محبوبانِ خدا کے دشمن ہیں۔ تیسرے وہ کہ ان دشمنوں میں کسی کے دوست ہیں...... ہر مسلمان پر فرض اعظم ہے کہ اللہ کے سب دوستوں سے محبت رکھے۔ اور اس کے سب دشمنوں سے عداوت رکھے یہ ہمارا عین ایمان ہے...... بحمد اللہ تعالیٰ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اللہ کے سب دشمنوں سے دل میں سخت نفرت ہی پائی"۔ (۳۷)

اسی میں آگے چل کر ہے......

"الحمدللہ کہ میں نے مال "مِنْ حَيْثُ هُوَ مَالٌ" سے کبھی محبت نہ رکھی صرف "اِنْفَاقٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" کے لئے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد "مِنْ حَيْثُ هُوَ اَوْلَادٌ" سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب سے کہ صِلۂ رحم، عمل نیک ہے اس کا سبب اولاد ہے، اور یہ میری اختیاری بات نہیں۔ میری طبیعت کا تقاضہ ہے۔ (۳۸)

حضرت رضا بریلوی اپنی محبت کے اسی میزان پر سب کو تولتے تھے ذرا سی بھی اگر کمی پائی یا جھول دیکھا۔ یا ٹال مٹول کی کیفیت پائی تو فوراً آپ نے تنبیہ کیا۔ مان گیا۔ تو ٹھیک ہے ورنہ شرعی حکم سامنے رکھ دیا، بہت سے لوگ جو اس معیار پر پورا نہیں اترتے تھے۔ پھر نتیجہ کے طور پر حضرت رضا بریلوی کے محاسبہ وتنقید کا شکار ہو جاتے تھے۔

دوست ہو یا دشمن، اپنا ہو یا بیگانہ، چھوٹا ہو یا بڑا جو حضرت رضا بریلوی کے اس معیار کی زد پر جو بھی پڑا کٹ کے رہ گیا، وہ پورے عالم اسلام کے رہنما تھے، عالمِ اسلام کے لئے ان کا ضابطہ تھا، کہیں سے بھی کسی نے اگر ادب وتوقیر میں کمی کی ہے تو آپ نے فوراً ٹوکا، تعلیمِ ادب سے نوازا، پوسٹ کارڈ وغیرہ کھلے کاغذ پر عام طور پر لوگ بڑی بے تکلفی سے اللہ اور رسول کا نام لکھتے ہیں۔ لیکن امام احمد رضا کا جذبۂ عشق واحتیاط دیکھئے وہ پوسٹ کارڈ وغیرہ پر اپنے مطلوب ومحبوب کا نامِ نامی اس لئے نہیں لکھتے تھے کہ کُھلا ہونے کی وجہ سے نہ معلوم اس پر کس کس کا ہاتھ پڑے گا۔ ان کے محبوب کے نام اقدس پر ہر کسی کا ہاتھ پڑا کرے یہ ان کو گوارہ نہیں تھا۔ فرماتے ہیں......

"میں کبھی تین چیزیں کارڈ پر نہیں لکھتا۔ اسمِ جلالت "اللہ اور محمد، اور احمد اور نہ کوئی آیت کریمہ مثلاً اگر رسول اللہ ﷺ لکھنا ہے تو یوں لکھتا ہوں۔ حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام، یا اسمِ جلالت کی جگہ مولیٰ تعالیٰ (۳۹)

ان کا مزاج کیسا ادب شناس، احترام آشنا، اور تعظیم و توقیر کے تقاضوں سے آگاہ تھا۔ سرور کائنات کے حضور انہیں ایسے الفاظ کا استعمال بھی پسند نہیں تھا جس سے تصغیر کی بو آئے۔ ایک بار حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حسن میاں نے آپ سے سیزدہ درود شریف نقل کرایا۔ حضور سید عالم ﷺ کی صفت میں لفظ "حسین" اور "زاہد" بھی تھا۔ حضرت نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا کہ "حسین" صیغۂ تصغیر ہے، اور "زاہد" اُسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن پھر میاں کے حکم کا احترام کرتے ہوئے نہایت لطافت کے ساتھ "حسین" کا لفظ اس طرح استعمال فرمایا کہ یہی صیغۂ تصغیر حضور اقدس ﷺ کی عظمتِ شان ظاہر کر رہا ہے اب درود شریف کی عبارت یوں ہوگئی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰى رَفِيْعِ الْمَكَانِ الْمُرْتَضٰى عَلِيِّ الشَّانِ الَّذِیْ رَجِيْلٍ مِنْ اُمَّتِهٖ خَيْرٍ مِنْ رِجَالِ السَّالِفِيْنَ وَ حَسِيْنٍ مِنْ زُمْرَتِهٖ اَحْسَنَ مِنْ كَذَا وَ كَذَا وَ حَسَنًا مِنَ السَّابِقِيْنَ[1]

درود شریف کی تکمیل بھی ہوگئی۔ لفظ حسین کا موزوں استعمال ہوگیا۔ میاں صاحب کی بات بھی رہ گئی اور ادب کی پیشانی پر بل بھی نہیں آیا۔ آپ کا یہ وہ وصف ہے۔ جس نے اربابِ نظر اور صاحبِ دل سب سے یکساں دادِ تبریک وصول کیا ہے۔ ان کا سب کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھا۔ نہ کسی کی تعریف سے مطلب، نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔ حدیث شریف "مَنْ أَحَبَّ

[1] یعنی، اے اللہ، درود و سلام بھیج اور برکت عطا فرما ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ پر، جو مصطفیٰ (برگزیدہ) بلند مقام، مرتضیٰ (پسندیدہ) بلند شان ہیں جو اپنی امت سے رجیل ہیں رجال السالفین سے بہتر ہیں اور خوش شکل ہیں اپنی جماعت سے۔ احسن ہیں ایسے اور ایسے۔ اور خوبصورت ہیں سابقین سے۔

لِلّٰهِ وَأَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ"[1] کے مصداق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، کسی کو کچھ دیتے تو اللہ ہی کے لئے۔ اور کسی کو منع کرتے تو اللہ ہی کے لئے۔ اگر وہ بدمذہبوں اور بے دینوں پر اشد تھے، تو دینداروں اور علمائے اہلسنت کے لئے ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی زندہ تصویر بھی تھے۔

"الکوکبۃ الشہابیہ" میں فرماتے ہیں......

"آدمی فقط زبان سے کلمہ پڑھنے، یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا قول یا فعل اس کے دعوے کا مکذب ہو"۔

غرض کہ ان کی حیات ہو یا وفات۔ ان کی ذات ہو یا صفات، معاملات ہوں یا عبادات دوستی ہو یا دشمنی۔ تحریر ہو یا تقریر جہاں کہیں بھی دیکھئے عشق رسول کی جلوہ طرازیاں ضرور نظر آئیں گی۔ وہ جی رہے تھے تو یادِ مولیٰ میں اور جانے کی تمنا ہے تو وہ بھی یادِ مولیٰ میں ان کے دردِ جگر کی ٹیس دیکھئے۔ مولانا عرفان الحق کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وقتِ مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظّمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے۔ اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو، اور وہ قادر ہے۔ (۴۱)

اپنے کئی خطوط میں آپ نے سفر آخرت کا ذکر فرمایا ہے تحریر کا انداز بتا رہا ہے جیسے تیاری ہو رہی ہو۔ نہ کوئی گھبراہٹ نہ کوئی پریشانی جیسے رخت سفر باندھا جا رہا ہو۔ جیسے وقتِ وصال محبوب قریب سے قریب آ گیا ہو۔ "بے شک قرآن کریم میں انہی حضرات کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ ﴿يا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِیْ فِیْ

[1] اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی "سنن" (برقم: ٤٦٨١) میں روایت کیا ہے اور ولی الدین تبریزی نے "مشكاة المصابيح" کے كتاب الإيمان، الفصل الثانی (برقم: ٢٩/٣٠) میں نقل کیا ہے۔

عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ○﴾ ۱؎ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف راضی خوشی لوٹ آ۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو۔ اور میری جنت میں چلا جا ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ ۲؎ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی (۴۲)

اپنے مولیٰ کی رضا پر وہ ایسے راضی تھے کہ انہی یہ یقین تھا کہ:۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

قبر کی تاریکی۔ اکیلا پن، اندھیرا گھر اور اس پر نکیرین کے سوالات یہ وہ خدشات ہیں کہ بڑے بڑے سورماؤں کہ کلیجے دہل جاتے ہیں۔ مگر حضرت رضا بریلوی کا سکون دیکھئے۔ فرماتے ہیں:۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اِکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

ظلمتِ قبور کو دور کرنے کا کوئی اور مادی ذریعہ ہوتا تو لوگ نہ جانے اس کے لئے کیا کرتے دولت وثروت کے عوض اگر ملنے والی چیز ہوتی تو عظیم سلطنت کا سودا کرنے سے بھی لوگ دریغ نہیں کرتے۔ لیکن اسے کیا کیجئے یہاں تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے حضرت رضا بریلوی نے تمام مومنین کے لئے روشنی کا سامان کردیا ہے۔ جو چراغِ فکر آپ نے جلایا ہے جس کا جی چاہے فائدہ اٹھالے۔

دیکھئے کس یقین کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

لحد میں عشق رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

۱؎ سورة الفجر: ۸۹/۲۷۔۲۸۔۲۹۔۳۰

۲؎ سورة المائدة: ۵/۱۱۹، و التوبة: ۹/۱۰۰، و المجادلة: ۵۸/۲۲ و البينة: ۹۸/۸

واہ کیا بات ہے رضا کے عشق کی زمین کے اوپر رہا تو عشقِ مصطفیٰ کا چراغ فروزاں کرتا رہا دلوں کی بنجر اور سنسان آبادی کو عشق کے نغموں سے گرماتا رہا۔ دوست و دشمن کو اپنے اسی لگن اور مشن کا پیغام بانٹتا رہا، زمین کے اندر گیا تو بھی عشق کی سوغاتِ نور لیتا گیا۔ مرقدِ رضا پر آج جو نور و ضیاء کی چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔ روشن روشن اور جگمگ جگمگ جو فضا ہے اسے ہر زائر اپنی نگاہ ظاہر سے بھی محسوس کرسکتا ہے۔ یہ جلوۂ عشق اس کی شخصیت پر کہاں تک چھایا ہوا اور کس انداز سے ان کی حیات میں رچا بسا ہوا ہے۔

ذرا قبر سے بروز حشر اٹھنے کا یہ انداز تو دیکھئے:۔

یا الٰہی جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

اس جذب و مستی، سرشاری و وارفتگی پر تو یہ سارا عالم ہی نہیں بلکہ کروڑوں جہاں قربان کئے جاسکتے ہیں کیا ایمان افروز دیوانگی ہے، اور جہاں بھی ہے یہ شیفتگی و نیاز کیشی اور ذوقِ فدائیت اپنے پورے شباب پر ہے۔ قیامت کی ہولناکی، افراتفری و نفسا نفسی سے کون واقف نہیں ہے۔ مگر جو رحمتِ عالم کے دامانِ کرم میں چھپا ہو۔ جو ان کے سایہ عاطفت میں جگہ پاچکا ہو وہ تو وہاں بھی ان کی مدح سرائی اور نعت خوانی کی آرزو کر رہا ہے۔ دو بند سلام کے نذرانے پیش کرلوں۔ اسی حسرت میں مچل رہا ہے دیکھئے ان کے حریم خیال کی جمال آفرینی فرماتے ہیں۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

حوالے

حضرت رضا بریلوی کی شخصیت
تصورِ عشق کے حوالے سے

۱	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۳۴
۲	اقامۃ القیامۃ (مشمولہ فتاوی رضویہ جلد ۱۲)	امام احمد رضا	ص ۷۸
۳	اقامۃ القیامۃ (مشمولہ فتاوی رضویہ جلد ۱۲)	امام احمد رضا	ص ۷۷
۴	الامن والعلی	امام احمد رضا	ص ۹۴
۵	الامن والعلی	امام احمد رضا	ص ۱۰۳
۶	الامن والعلی	امام احمد رضا	ص ۲۱۹
۷	صلات الصفا فی نور المصطفیٰ (۱۳۲۹ھ)	امام احمد رضا مطبوعہ کراچی ملخصاً	ص ۵۹، ۶۱
۸	خالص الاعتقاد (۱۳۲۸ھ)	امام احمد رضا مکتبہ مشرق بریلی	ص ۵۱
۹	الملفوظ ۲	حضور مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۴۵
۱۰	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۴۲، ۴۳
۱۱	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۴۳، ۴۴
۱۲	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۵۰

۱۳	عشق کی سرفرازیاں	مولانا مبارک حسین مصباحی	ص ۸، ۹
۱۴	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۴۰، ۴۱
۱۵	اکرام امام احمد رضا	مولانا برہان الحق	ص ۷۸، ۸۰
۱۶	دلی کی آشنائی	علامہ ارشد القادری	ص ۱۳، ۱۵
۱۷	قاری کا امام احمد رضا نمبر دہلی	اپریل ۱۹۸۹ء	ص ۲۵۹
۱۸	سوانح اعلیٰ حضرت	مولانا بدر الدین	ص ۳۹۱
۱۹	فتاوی رضویہ جلد ۱۲	امام احمد رضا	ص ۱۴۸، ۱۴۹
۲۰	امام احمد رضا کے ایمان افروز وصایا	مولانا حسنین رضا	ص ۲۲
۲۱	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری	ص ۱۹۹، ۲۰۰
۲۲	الملفوظ جلد ۱	حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۳۷
۲۳	قاری کا امام احمد رضا نمبر۔ (دہلی)	اپریل ۱۹۸۹ء	ص ۲۴۸
۲۴	فتاوی رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۴۰۸
۲۵	فتاوی رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۴۵۶
۲۶	فتاوی رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۵۵۲
۲۷	فتاوی رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۴۴۲
۲۸	حیات اعلیٰ حضرت ج ۱	مولانا ظفر الدین بہاری	ص ۲۸۳
۲۹	مکتوبات امام احمد رضا محدث بریلوی مرتبہ مولانا محمود احمد قادری		ص ۱۸
۳۰	حیات اعلیٰ حضرت	مولانا ظفر الدین بہاری	ص ۲۰۹
۳۱	امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت	مولانا کوثر نیازی	ص
۳۲	الطرۃ الرضیہ	امام احمد رضا، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور	ص ۲۶

نمبر	کتاب	مصنف / مرتب	صفحہ
۳۳	النیرۃ الوضیہ	امام احمد رضا، ناشر الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ملخصاً	ص ۵۰، ۵۴
۳۴	الملفوظ جلد ۱	مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۱۰۷
۳۵	الملفوظ جلد ۱	مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۶۷
۳۶	فقیہ اسلام	ڈاکٹر حسن رضا	ص ۱۱۹، ۱۲۱
۳۷	الملفوظ ج ۲	مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۸۷
۳۸	الملفوظ ج ۳	مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۵۶
۳۹	الملفوظ ج ۱	مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	۱۱۵، ۱۱۶
۴۰	قاری کا امام احمد رضا نمبر (دہلی)	اپریل ۱۹۸۹ء	ص ۳۴۸
۴۱	حیات اعلیٰ حضرت	مولانا ظفر الدین بہاری	ص ۳۱۶
۴۲	اکرام امام احمد رضا (حاشیہ)	مولانا برہان الحق	ص ۱۱۷

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

ہفت واری اجتماع :-

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے زیر اہتمام ہر پیر کو بعد نماز عشاء تقریباً ۱۰ بجے رات کو نور مسجد کاغذی بازار کراچی میں ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس سے ہر ماہ ایک پیر علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب "درس قرآن" اور ایک پیر علامہ محمد مختار اشرفی "درس حدیث" اور باقی دو پیر مقتدر و مختلف علمائے اہلسنّت مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

مفت سلسلہ اشاعت :-

جمعیت کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علمائے اہلسنّت کی کتب و رسائل مفت شائع کر کے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ جن سے اہل اسلام کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

مدارس حفظ و ناظرہ :-

جمعیت کے تحت رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی :-

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے تحت صبح و رات کے اوقات میں درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں جس میں دورۂ حدیث تک کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء :

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے تحت ایک دارالافتاء قائم ہے جس سے قریب و جوار کے رہنے والے اور دور دراز علاقوں میں بسنے والے استفادہ کرتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری :-

جمعیت کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علمائے اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لیے اور کیسٹیں سماعت کے لیے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

مقام فکر و غور

ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وصحبہٖ وسلم:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ

(ترجمہ) علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

ذرا سوچیے......! کیا ہم اس ارشادِ نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہیں۔

اگر نہیں تو آیئے......!

نور مسجد کاغذی بازار میں قائم درسِ نظامی کی صبح و رات کی کلاسز میں روز و شب علمِ دین کی تعلیم دی جاتی ہے۔

تعمیلِ فرمانِ نبوی ﷺ میں دیر مت کیجیے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وصحبہٖ وسلم:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ

(ترجمہ) تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

کیا آپ نہیں چاہتے کہ ارشادِ نبوی ﷺ کے بموجب آپ کا شمار بھی بہترین افراد میں سے ہو۔

اگر ہاں......! تو آج ہی آیئے اور نور مسجد کاغذی بازار میں موجود مدارس حفظ و ناظرہ سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کیجیے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وصحبہٖ وسلم:

مَنْ زَارَ عَالِمًا فَكَاَنَّمَا زَارَنِیْ

(ترجمہ) جس نے عالم کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی۔

یقیناً آپ بھی اپنا شمار ان خوش نصیبوں میں کروانا چاہیں گے جن کی طرف فرمانِ نبوی ﷺ اشارہ کر رہا ہے۔

اگر ہاں......! تو ہر پیر کو نور مسجد کاغذی بازار میں ضرور تشریف لائیں۔

جہاں ہفتہ واری اجتماع میں مختلف و مقتدر عالم مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرماتے ہیں۔

نہ صرف ان کی دید سے مشرف ہوں بلکہ علمِ دین کے موتی بھی پائیں۔

منجانب

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان